1913ء سے جاری شدہ

روزنامہ

الفضل

احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

047-6213029

C.P.L FR-10

پاکستان نمبر

13/اگست 2012ء

13 ظہور 1391ہش

Web: http://www.alfazl.org

Email: editor@alfazl.org

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

پاکستان کے خدمت گزاروں کی صف اول

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح

پہلے وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان

پہلے وزیرخارجہ پاکستان سرمحمد ظفراللہ خان

پاکستان کے پہلے نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر محمد عبدالسلام

پاکستان کے مایہ ناز سپوت۔ ماہر اقتصادی امور، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

پاکستان کی بعض اہم یونیورسٹیز

پنجاب یونیورسٹی لاہور

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

NUML یونیورسٹی اسلام آباد کا سلام بلاک

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

آغا خان یونیورسٹی کراچی

FAST یونیورسٹی کراچی

COMSATS یونیورسٹی اسلام آباد

اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

تیری دولت جوانوں کا عزم جواں — تیرے بوڑھے ہیں عظمت کا زندہ نشاں

تیرے بچے ترے کل کی تقدیر ہیں — مائیں بہنیں ہیں ہمت کی روحِ رواں

برصغیر سے انگریزی حکومت کے خاتمہ اور قیام پاکستان پر

سیدنا حضرت مصلح موعود کا تاریخی خطاب (15؍اگست 1947ء)

خدا تعالیٰ ان دونوں ملکوں کو عدل اور انصاف پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور ان میں محبت کی روح بھر دے

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت

سلامتی کے شہزادہ کا پیغام صلح برصغیر کے لئے

جناب الٰہی کی طرف سے بانی سلسلہ احمدیہ پر بتاریخ 20 مئی 1906ء الہاماً انکشاف کیا گیا کہ ''خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔''

(بدر 31 مئی 1906ء ص2)

حضرت اقدس نے سلامتی کے شہزادے کی حیثیت سے اپنی مقدس زندگی کے آخری ایام میں اپنی آخری تالیف پیغام صلح کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد کی زبردست تحریک فرمائی کہ:۔

''اے ہموطنو! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قدیم قوموں کو دی گئی ہیں۔ وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اس کا سورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں۔ اور دوسری خدمات بھی بجا لاتے ہیں۔ اس کی پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاق ربانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔

دوستو! یقیناً سمجھو کہ اگر ہم دونوں قوموں میں سے کوئی قوم خدا کے اخلاق کی عزت نہیں کرے گی اور اس کے پاک خلقوں کے برخلاف اپنا چال چلن بنائے گی تو وہ قوم جلد ہلاک ہو جائے گی اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی ذریت کو بھی تباہی میں ڈالے گی۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقاء کے لئے ایک آب حیات ہے اور انسانوں کی جسمانی اور روحانی زندگی اسی امر سے وابستہ ہے کہ وہ خدا کے تمام مقدس اخلاق کی پیروی کرے جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔''

پھر فرمایا:۔

''خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں۔ مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا۔ اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا۔ اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھیرایا۔

پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی انہیں اخلاق کی پیروی کریں لہٰذا اے ہم وطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام ہے پیغام صلح بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور بصدق دل دعا کی جاتی ہے کہ وہ قادر خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں خود الہام کرے۔ اور ہماری ہمدردی کا راز آپ کے دلوں پر کھول دے تا آپ اس دوستانہ تحفہ کو کسی خاص مطلب اور نفسانی غرض پر مبنی تصور نہ فرماویں۔ عزیزو! آخرت کا معاملہ تو عام لوگوں پر اکثر مخفی رہتا ہے۔ اور انہیں پر عالم عقبیٰ کا راز کھلتا ہے جو مرنے سے پہلے مرتے ہیں مگر دنیا کی نیکی اور بدی کو ہر ایک دوراندیش عقل شناخت کر سکتی ہے۔

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔............

اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور مشیخت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا۔ جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہٖ تعالیٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے۔''

حضرت اقدس کے دعویٰ ماموریت سے قریباً ربع صدی پیشتر ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ سے نکل کر ملکہ وکٹوریہ شہنشاہ انگلستان کے زیر اقتدار آ گیا جس کے بعد 1886ء میں ایک انگریز مسٹر ہیوم کے ذریعہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کا قیام ہوا۔ حضور نے 1893ء میں ملکہ وکٹوریہ کو نصیحت فرمائی کہ اے قیصر ہند رب کریم نے تجھے اس سرزمین پر حکومت بخشی ہے جہاں قریباً ہزار سال تک مسلمانوں کا پرچم لہراتا رہا ہے۔ اس لئے تمہیں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے **مسلمانان ہند پر خصوصی نظر عنایت** رکھنی چاہئے اور **انہیں خاص عہدوں پر ممتاز رکھنا چاہئے** کہ اللہ تعالیٰ کو حسن سلوک بہت محبوب ہے۔ اے ملکہ مکرمہ کہ اصل بادشاہ اللہ ہی کی ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور لمبی حکومت اسی کو عطا ہوتی ہے جو اس کا عملی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی۔ روحانی خزائن جلد 5 ص 535)

افسوس قیام کانگرس کے بعد مسلم اقلیت کے حقوق کو پامال کئے جانے کا سلسلہ جاری رہا جس کا ردعمل یہ ہوا کہ چوٹی کے مسلم زعماء دسمبر 1906ء میں ڈھاکہ میں جمع ہوئے اور مسلمانان ہند کے سیاسی مسائل کو ایک متحدہ پلیٹ فارم کے ذریعہ حل کرنے کی خاطر آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت اقدس نے رسالہ ''پیغام صلح'' میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے افسوس کے ساتھ تحریر فرمایا کہ:۔

''مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں۔ اصل تنازعات پولیٹیکل ہیں۔

یہ بات ہر یک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور کیوں آج تک ان کی کانگرس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں۔ اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی درستی رائے محسوس کر کے ان کے قدم پر قدم رکھا۔ **مگر الگ ہو کر اور ان کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر ان کی شراکت کو قبول نہ کیا۔''**

اس ضمن میں حضرت اقدس نے پُرشوکت انداز میں ہندو اور مسلمان دونوں کو درد بھرے الفاظ میں باہمی صلح، محبت اور رواداری کی دعوت دیتے ہوئے قبل از وقت انتباہ فرمایا کہ:۔

''ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں۔ زلزلے آ رہے ہیں، قحط پڑ رہا ہے اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور برے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیری مصیبتوں کے بیچ میں آ کر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے سو اے ہم وطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے جو وہ صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی قوم کی گردن پر ہوگا۔''

قیام پاکستان اور آزادی کا خیر مقدم

حضرت اقدس مسیح موعود کے وصال کے بعد پہلی جنگ عظیم کے بعد کانگرس اور مسلم لیگ قریباً چالیس سال تک اپنے اپنے دائرہ اور نقطہ نگاہ سے جہاں آزادی وطن کی جدوجہد میں مصروف رہے وہاں ہندو مسلم کشمکش بھی عروج تک پہنچ گئی اور ہندوستان کا بٹوارہ ہو گیا جس کے ساتھ ہی پاکستان اور بھارت کی دو مستقل ریاستیں دنیا کے نقشہ پر ابھر آئیں۔ جماعت احمدیہ کے آرگن الفضل قادیان نے جماعت احمدیہ کے ترجمان کی حیثیت سے دونوں مملکتوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا:۔

''برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی 24 ستمبر 1599ء میں معرض وجود میں آئی۔ اور انگریز ہندوستان میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ یہاں کے حکمران بن گئے۔ آج قریباً ساڑھے تین صدیوں کے بعد 15؍اگست 1947ء کو تمام اختیارات حکومت سے دستبردار ہو کر انگریز ہندوستان کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ ہم پاکستان اور ہندوستان کی ہر دو نو آبادیات کا نہایت خوشی کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں اور ان کی خوشحالی اور کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں۔''

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 12 روپے

قادیان میں یوم آزادی کی تقریب

اخبار الفضل نے 16راگست 1947ء کی اشاعت میں مندرجہ بالا خیر مقدمی نوٹ شائع کرنے کے علاوہ مندرجہ ذیل خبر بھی دی کہ:۔

''آج قادیان میں بھی یوم آزادی منایا گیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں نماز جمعہ کے بعد جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے (ایم۔ایل۔اے) کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ اور صاحب صدر نے تقاریر کیں۔ اور ان اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ جو آزاد ہونے کے بعد اہل ملک پر عائد ہوتی ہیں۔ دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔

اس سلسلے میں قادیان کی سرکاری عمارتوں، ڈاک خانہ، ایکسچینج آفس، پولیس چوکی وغیرہ پر پاکستان کا جھنڈا لہرایا گیا اور اسے سلامی دی گئی۔ نیز غرباء میں مٹھائی تقسیم کی گئی اور کھانا کھلایا گیا۔ رات کو ڈاک خانہ اور ایکسچینج آفس کی عمارتوں پر چراغاں کیا گیا۔''

حضرت مصلح موعود کا تاریخی خطبہ جمعہ

15راگست 1947ء ہی کو سیدنا حضرت مصلح موعود نے ایک معرکہ آراء خطبہ جمعہ دیا جس میں خوشی اور غم کے جذبات میں ڈوب کر درد دل سے دعا کی کہ خدا کرے کہ تقسیم ہند کے بعد خدا ایسے سامان پیدا کردے کہ پاکستان اور ہندوستان کی حکومتیں عدل وانصاف کا مظاہرہ کریں اور دونوں ملکوں کے عوام کے دلوں میں باہمی محبت اور پیار کی روح سے لبریز ہوں اور بالآخر دونوں ملک دین مصطفیٰ کی تجلیات کا مرکز بن جائیں۔ حضور کے اس یادگار خطاب کا مکمل متن ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ یہ اہم خطبہ مکرم چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم درویش قادیان کی سعی جمیل سے قلمبند ہوا اور اگلے روز ہی الفضل 16راگست 1947ء کے صفحہ 2,1 کی زینت بن گیا۔

حضور انور نے بیت اقصیٰ کے منبر سے خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

''آج کا دن ہندوستان کے لئے ایک یوم برزخ کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ آج رات کے بارہ بجے کے معاً بعد سے ہندوستان انگریزی اقتدار سے آزاد ہو چکا ہے اور اب یہ الگ دو آزاد حکومتوں میں بٹ گیا ہے۔ اس کا ایک حصہ انڈین ڈومینین کہلاتا ہے اور ایک حصہ پاکستان کہلاتا ہے۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد یعنی اگر یہ عرصہ غدر کے زمانہ سے شمار کیا جائے۔ جب تک کہ اسلامی بادشاہت کا کچھ کچھ نشان ابھی ہندوستان میں باقی تھا تو پورے نوے سال کے بعد آج یہ ملک غیر ملکی حکومت کے اقتدار سے آزاد ہوا ہے اور اگر صرف پنجاب کے علاقہ کو لیا جائے تو پورے سو سال کے بعد آج یہ علاقہ غیر ملکی اقتدار سے آزاد ہوا ہے۔ حکومتیں ظالم ہوں یا منصف لیکن آج ایک ہندوستانی یہ محسوس کرسکتا ہے کہ اس ملک میں اسی کی حکومت ہے خواہ اس کے غالب حکام عدل و انصاف سے کام نہ بھی لیتے ہوں۔ جہاں تک قانون کا سوال ہے اور جہاں تک آئین کا سوال ہے۔ آج ہر ایک ہندوستانی اپنے ملک میں اس سے زیادہ حقوق کا مستحق ہے۔ جتنا کہ ایک غیر ملکی باشندہ لیکن آج سے پہلے ایک غیر ملکی باشندہ زیادہ حقوق کا مستحق سمجھا جاتا تھا اور ایک ہندوستان کا باشندہ باوجود اپنے ہی ملک میں رہنے کے کم حقوق کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ یہ اتنا بڑا تغیر ہے کہ دل اس کا اندازہ لگانے سے قاصر رہ جاتے ہیں اور اگر یہ تغیر اپنے ساتھ کچھ اور تلخ باتیں نہ رکھتا تو ہر ہندوستانی خواہ وہ انڈیا کا باشندہ ہو یا پاکستان کا خداتعالیٰ کے سامنے جھک جانا چاہئے تھا۔ اور اس کا دل خوشی سے لبریز ہو جانا چاہئے تھا لیکن اس آزادی کے ساتھ ساتھ خونریزی اور ظلم کے آثار بھی نظر آتے ہیں۔ خصوصاً ان علاقوں میں جن کے ہم باشندے ہیں۔ وسطی پنجاب اس وقت لڑائی جھگڑے اور فساد کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اور ان فسادات کے متعلق روزانہ جو خبریں آرہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں آدمی روزانہ موت کے گھاٹ اتارے جارہے ہیں۔ اور ایک بڑی جنگ میں جتنے آدمی روزانہ مارے جاتے تھے۔ اتنے آجکل اس چھوٹے سے علاقہ میں قتل ہو رہے ہیں اور ایک بھائی دوسرے بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ پس ان حالات کے ماتحت جیسے عید کے دن اس عورت کے دل میں خوشی نہیں ہوسکتی جس کے اکلوتے بچے کی لاش اس کے گھر میں پڑی ہوئی ہو۔ اور جیسے کسی قومی فتح کے دن ان لوگوں کے دل فتح کی خوشی میں شامل نہیں ہوسکتے جن کی نسل فتح سے پیشتر اس لڑائی میں ماری گئی ہو۔ اسی طرح آج ہندوستان کا سمجھدار طبقہ باوجود خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے اپنے دل میں پوری طرح خوش نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا تعالیٰ نے تو ملک کو آزاد کردیا۔ لیکن ملک نے اپنے آپ کو آزاد نہیں کیا یہ دو حکومتیں جو آج قائم ہوئی ہیں ہمیں ان دونوں سے ہی تعلق ہے کیونکہ مذہبی جماعتیں کسی ایک ملک یا حکومت سے وابستہ نہیں ہوتیں۔ ہماری جماعت کے افراد پاکستان میں بھی ہیں اور ہماری جماعت کے افراد انڈیا میں بھی ہیں بلکہ اس سے بھی پہلے ہماری جماعت کے افراد افغانستان میں بھی پائے جاتے تھے اور ایران میں بھی عراق میں بھی پائے جاتے تھے اور شام میں بھی، مصر میں بھی پائے جاتے تھے اور سوڈان میں بھی، ملایا میں پائے جاتے تھے اور برما میں بھی، جاوا میں بھی پائے جاتے تھے اور سماٹرا میں بھی، انگلستان میں بھی پائے جاتے تھے اور یونائیٹڈ سٹیٹس میں بھی، مشرقی افریقہ میں بھی پائے جاتے تھے اور مغربی افریقہ میں بھی اور یہ تمام ممالک ایسے ہیں جو یا تو ہندوستان سے انتظامی طور پر الگ تھے یا گورنمنٹ برطانیہ سے ہی الگ تھے اور خود مختار اور آزاد تھے۔ پس یہ کوئی نیا تغیر ہماری جماعت کے لئے نہیں ہے کیونکہ پہلے بھی ہماری جماعت کے افراد مختلف ممالک میں موجود تھے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ جیسے کسی خاندان کے تین لڑکے ہوں اور ان میں سے دو بھائی تو اکٹھے ہوں اور انہوں نے ابھی تک اپنی جائیداد بھی تقسیم نہ کی ہوئی ہو اور تیسرا بھائی الگ ہو چکا ہوا ہو۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حوادث زمانہ سے وہ دونوں بھائی جو اکٹھے رہ رہے تھے جائیداد کو تقسیم کرلیں اور الگ الگ رہنے لگ جائیں۔ پہلے بھائی کی جدائی کا تو کوئی خاص اثر نہ تھا لیکن اب جو دو بھائی ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں گے تو وہ ایک دوسرے کے مکانوں کو دیکھ کر، ایک دوسرے کے انتظامات کو دیکھ کر ضرور ایک چبھن سی اپنے دلوں میں محسوس کریں گے اور ان کی آنکھوں میں پانی بھر آئے گا۔ پس گو ہماری جماعت کے افراد پہلے بھی غیر ملکوں میں رہتے تھے مگر وہ تو پہلے ہی ہم سے الگ رہتے تھے۔ مگر اب جو ہمارے بھائی ہم سے الگ ہو رہے ہیں وہ ایک عرصہ سے اکٹھے رہتے آرہے تھے۔ اب ہم ایک دوسرے سے اس طرح ملا کریں گے جیسے غیر ملکی لوگ آپس میں ملا کرتے ہیں۔

پس ہم اس آزادی اور جدائی کے موقعہ پر خداتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان دونوں ملکوں ہی کو ترقی بخشے۔ ان دونوں ملکوں کو عدل اور انصاف پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور ان دونوں ملکوں کے لوگوں کے دلوں میں محبت اور پیار کی روح بھر دے۔ یہ دونوں ملک ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں لیکن برادرانہ طور پر ہمدردانہ طور پر اور مخلصانہ طور پر اور جہاں ان میں روح مقابلہ پائی جائے وہاں ان میں تعاون اور ہمدردی کی روح بھی پائی جائے اور یہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک حال ہوں۔ خداتعالیٰ انہیں ہر شر سے بچائے اور اپنے فضل سے امن، صلح اور سمجھوتے کے ذریعہ سے ایسے سامان پیدا کردے کہ ہم پھر اس ملک کو ...... کی روشنی کے پھیلانے کا مرکز بناسکیں۔ (اللّٰھم آمین)

ساٹھ سالہ خونریز کشمکش

بٹوارہ کے بعد کم وبیش ساٹھ سال تک برصغیر پر نفرت وحقارت اور سفا کی اور بربریت کے گھٹا ٹوپ سائے چھائے رہے جس کے دوران دوبار خونریز جنگوں کی نوبت بھی پہنچ گئی جس نے دونوں ملکوں کے عوام کے امن اور معیشت کے سارے نظام کو درہم برہم کردیا کیونکہ دونوں ملک اپنی عسکری طاقت میں اضافہ کرتے ہوئے یہاں تک آن پہنچے اور بے چارے عوام کی معاشی حالت غلامی سے بھی بدتر ہوگئی۔

حضرت مصلح موعود نے ایک طرف مسلمانان پاکستان کو جو آغاز ہی میں مصیبتوں کے گرداب میں پھنس گئے اور مسلح جارحیت کا شکار ہو گئے تھے نصیحت فرمائی۔

ہو چکا ہے ختم اب چکر تری تقدیر کا
سونے والے اٹھ کہ وقت آیا ہے اب تدبیر کا
شکوۂ جور فلک کب تک رہے گا بر زباں
دیکھ تو اب دوسرا رخ بھی ذرا تصویر کا
کاغذی جامہ کو پھینک اور آہنی زرہیں پہن
وقت اب جاتا رہا ہے شوخیٔ تحریر کا
نیزۂ دشمن ترے سینہ میں پیوستہ نہ ہو
اس کے دل کے پار ہو سوفار تیرے تیر کا
اپنی خوش اخلاقیوں سے موہ لے دشمن کا دل
دلبری کر، چھوڑ سودا نالۂ دل گیر کا
مدتوں کھیلا کیا ہے لعل و گوہر سے عدو
اب دکھا دے تو ذرا جوہر اسے شمشیر کا
پیٹ کے دھندوں کو چھوڑ اور قوم کے فکروں میں پڑ
ہاتھ میں شمشیر لے عاشق نہ بن کف گیر کا
ملک کے چھوٹے بڑے کو وعظ کر پھر وعظ کر
وعظ کرتا جا، نہ کچھ بھی فکر کر تاثیر کا
کل کے کاموں کو بھی ممکن ہو اگر تو آج کر
اے مری جاں وقت یہ ہرگز نہیں تاخیر کا
ہو چکی مشق ستم اپنوں کے سینوں پر بہت
اب ہو دشمن کی طرف رخ خنجر و شمشیر کا
اے مرے فرہاد رکھ دے کاٹ کر کوہ وجبل
تیرا فرض اولیں لانا ہے جوئے شیر کا
ہو رہا ہے کیا جہاں میں کھول کر آنکھیں تو دیکھ
وقت آ پہنچا ہے تیرے خواب کی تعبیر کا
(الفضل 14 جولائی 1948ء)

دوسری ہندوستان کے ستم رسیدہ مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے فرائض کی طرف متوجہ فرمایا اور انہیں صبر اور دعاؤں کا پیغام دیا چنانچہ فرمایا:

اے بے یاروں کے یار نگاہ لطف غریب مسلماں پر
اس بیچارے کا ہندوستان میں اب کوئی بھی یار نہیں
اے ہند کے مسلم صبر بھی کر ہمت بھی کر شکوہ بھی کر
فریادیں گو الفاظ ہی ہیں پر پھر بھی وہ بیکار نہیں
ہر ظلم بھی سہ ہر بات بھی سن پر دین کا دامن تھامے رہ
غدار نہ بن بزدل بھی نہ بن یہ مومن کا کردار نہیں
تو ہندوستان میں روتا ہے میں پاکستان میں کڑھتا ہوں
ہے میرا دل بھی زار فقط تیرا ہی حال زار نہیں
آ گر جائیں ہم سجدہ میں اور سجادوں کو تر کردیں
اللہ کے در پر سر پٹکیں جس سا کوئی دربار نہیں
(الفضل 27 مارچ 1951ء)

عرش پر قبولیت دعا کے آثار

الحمدللہ ثم الحمدللہ امام الزمان مسیح موعود کے ''پیغام صلح'' کی عملی تشکیل خلافت خامسہ کے پہلے سال سے شروع ہو چکی ہے۔ اور حضرت مصلح موعود کی متضرعانہ دعاؤں نے بھی عرش پر دھوم مچا رکھی ہے۔ خدا دن وہ جلد لائے کہ وہ برصغیر جو ہزار سال تک محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کا گہوارہ بنا رہا۔ پھر سے شہ لولاک کے قدموں میں آجائے اور صلح، آشتی اور محبت وخلوص پھیلانے کا مرکز ثابت ہو، سب ایک ہوں اور نیک ہوں۔ باقی صفحہ 4 پر

وطن سے وفاداری اور محبت کے متعلق دینی تعلیم

ملک سے محبت ایمان کا جزہے۔خدااوروطن سے محبت میں کوئی تضادنہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جرمنی میں لیکچر

دورہ جرمنی کے دوران سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 30 مئی 2012ء کوملٹری ہیڈکوارٹر جرمنی کی ایک تقریب میں شرکت کی اور آرمی، فضائیہ اور نیوی کے افسران سے انگریزی میں خطاب فرمایا۔اس پُرمعارف خطاب کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

’’اپنے وطن سے وفاداری اورمحبت‘‘ ایسے الفاظ کہنااورسننا بہت آسان لگتاہے۔مگرحقیقت میں یہ چند الفاظ اپنے اندر معانی کی انتہائی وسعت اور گہرائی لئے ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ اصل میں کیا معنی رکھتے ہیں اور کن چیزوں کا تقاضا کرتے ہیں اس امر کا حقیقی ادراک حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ بہرحال اس مختصر سے وقت میں، میں کوشش کروں گا کہ اپنے وطن سے محبت اوروفاداری کے اسلامی تصور پرکچھ بات کروں۔

سب سے پہلے تو یہ (دین) کا بنیادی اور اہم اصول ہے کہ ایک شخص کے قول اور فعل میں کسی بھی پہلو سے دوہرا پن یا منافقت نہیں ہونی چاہئے۔ حقیقی وفاداری ایک ایسا تعلق چاہتی ہے جو موافقت اور ہم آہنگی پرمبنی ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک انسان ظاہر میں جس بات کا اظہار کرے باطن میں بھی وہی چیز اس کے دل میں ہو۔ جب بات قومیت کی ہوتو یہ اصول اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کرلیتے ہیں۔ کسی بھی ملک کے باسی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اپنے ملک کے ساتھ حقیقی وفاداری اور اخلاص کا تعلق ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ اس ملک کا پیدائشی باشندہ ہے یا اس نے وہ شہریت بعد میں امیگریشن یا کسی اور وجہ سے حاصل کی ہے۔

وفاداری ایک بہت بڑی خوبی ہے اور خدا کے انبیاء وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کا سب سے اعلیٰ اظہار کرتے ہیں اور اس کے انتہائی بلند معیار باندھتے ہیں۔ان کا اپنے خدا سے تعلق اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ ان کی توجہ کا محور اس کے احکام ہوتے ہیں اور وہ اسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ کس طرح ان پر مکمل طور پر عمل کیا جاسکے۔ اس بات سے ان کے اپنے خدا سے تعلق کا اور کامل وفاداری کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی وفا کے اسی معیار کو ہمیں اپنے لئے بطور نمونہ سامنے رکھنا چاہئے۔

تاہم اس بارے میں مزید آگے جانے سے پہلے اس بات کا علم ہوناضروری ہے کہ وفاداری سے اصل میں مراد کیا ہے۔ (دین) کی تعلیم کے مطابق وفاداری کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان ہرسطح پر اپنے عہدو پیمان کو کامل طور پر پورا کرے خواہ کیسی ہی مشکل صورتحال کیوں نہ ہو۔ یہ وفاداری کا وہ معیار ہے جس کا (دین) تقاضا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے عہدو پیمان کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ وہ اپنے تمام عہدوں کے بارے میں جوابدہ ہوں گے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے تمام عہدوں کا ایفاء کریں ان عہدوں کو بھی جو انہوں نے خدا سے کئے ہیں اور اسی طرح دوسرے اہم معاملات میں کئے گئے عہدوں کو بھی وہ پورا کریں۔ یہاں پر ایک سوال اٹھ سکتا ہے کہ مسلمان تو یہ دعویٰ کرتے ہیں خدا اور اس کا دین ہی ان کے لئے سب سے مقدم چیز ہے تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا سے وفاداری کا عہد ان کی سب سے پہلی ترجیح ہوگی اور وہ خدا سے باندھے گئے وعدے کو ہی ہر لحاظ سے فوقیت دیں گے۔ لہٰذا یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ ایک مسلمان کی اپنے ملک سے وفاداری اور اس کا اولوالامر کی اطاعت کا عہد اس کے لئے ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ملک کے ساتھ وابستگی کا عہد ضرورت پڑنے پر توڑ سکتا ہے۔ اس کا جواب دینے کے لئے میں آپ کو پہلے یہ بتانا چاہوں گا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ ملک سے محبت ایمان کا جزو ہے۔ یعنی سچی حب الوطنی ایمان کا حصہ ہے اور خدا اور (دین) سے محبت اپنے اندر اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان اپنے ملک سے بھی محبت کرے۔ چنانچہ یہ بات بہت بدیہی ہے کہ خدا سے محبت اور اپنے وطن سے محبت کرنے کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ وطن سے محبت کو تو ایمان کا حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ بہت واضح امر ہے کہ ایک مسلمان کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے وطن سے وفاداری کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کی کوشش کرے کیونکہ یہ اس کا اپنے خدا تک پہنچنے کا اور اس کے نزدیک ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ بات ناممکن ہے کہ ایک مسلمان کی اپنے خدا سے محبت اس کے اپنے وطن سے محبت اور اخلاص رکھنے میں کسی قسم کی روک پیدا کرتی ہو۔

افسوس کہ بعض ممالک میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں مذہبی حقوق پر قدغن لگائی جاتی ہیں یا انہیں مکمل طور پر سلب کیا جاتا ہے۔ تو اس صورتحال میں ایک مختلف سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنی حکومتوں کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنتے ہیں وہ کس طرح اپنے ملک کے ساتھ محبت اور وفاداری کا تعلق استوار کرسکتے ہیں؟ بات کو مزید واضح کرنے کے لئے میں بتاتا چلوں کہ پاکستان میں بعینہٖ یہی حالات ہیں جہاں حکومت نے ہماری جماعت کے خلاف قانون سازی کی ہوئی ہے اور پھر ان احمدیہ مخالف قوانین کا نفاذ بھی جاری ہے۔ لہٰذا پاکستان میں تمام احمدی ...... قانوناً غیرمسلم قرار دیئے جاچکے ہیں اور وہ اپنے آپ کو......بھی نہیں کہہ سکتے۔ پاکستان میں احمدی، مسلمانوں کی طرح عبادت نہیں کرسکتے یا کوئی اور ذریعہ یا عمل اختیار نہیں کرسکتے جس سے یہ عیاں ہو کہ وہ مسلمان ہیں۔ یعنی خود ریاست نے ہمارے افراد جماعت کو ان کے بنیادی مذہبی حقوق سے محروم کیا ہوا ہے۔ ان حقائق کو ذہن میں رکھتے ہوئے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس طرح احمدی ملک کے قانون پر عمل کرسکتے ہیں اور ملک کے ساتھ وفاداری نبھا سکتے ہیں؟ یہاں میں اس امر کی وضاحت کردوں کہ جب ایسے انتہائی حالات پیدا ہوتے ہیں تو پھر ملک کا قانون اور اس سے وفاداری کا تعلق دو علیحدہ چیزیں بن جاتی ہیں۔ ہم احمدی اس بات کو مانتے ہیں کہ مذہب کسی فرد کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے اور دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہئے۔ پس جب قانون اس بنیادی حق میں دخل اندازی کرنے لگے تو یقیناً یہ انتہائی ظلم اور بربریت ہے۔ ریاست کی طرف سے کیا جانے والا یہ ظلم جو ہر زمانے میں ہی ہوتا رہا ہے، اس کی اکثریت نے ہمیشہ ہی مذمت کی ہے۔ اگر ہم یورپ کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس براعظم میں بھی مذہب کے نام پر ظلم کو روا رکھا گیا جس کے نتیجہ میں ہزارہا لوگوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرتیں کرنی پڑیں۔ تمام سلیم الفطرت مؤرخین، حکومتوں اور لوگوں نے ایسے عمل کو ظلم اور بربریت ہی قرار دیا۔ ایسے حالات میں (دین) کی تعلیم یہ ہے کہ جب ظلم اپنی تمام حدود کو توڑ دے اور برداشت کی حد ختم ہونے لگے تو ایسے میں انسان کو وہ شہر، وہ ملک چھوڑ کر ایسی جگہ چلا جانا چاہئے جہاں وہ اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ عمل کرسکتا ہو۔ مگر اس تعلیم کے ساتھ ہی (دین) یہ بھی بتلاتا ہے کہ خواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے یا پھر ملک کے خلاف کسی خفیہ سازش کا حصہ بنے۔ یہ (دین) کی بڑی واضح اور دوٹوک تعلیم ہے۔

انتہائی ظلم وستم کے باوجود، لاکھوں احمدی پاکستان میں رہ رہے ہیں اور ایک مسلسل ناروا امتیازی سلوک اور ایسی بربریت کے ساتھ جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں ان کے ساتھ جاری ہے، احمدی اپنے ملک کے ساتھ مکمل وفاداری اور اخلاص کا رشتہ جوڑے ہوئے ہیں۔ جس شعبہ میں بھی وہ ہوں اور جہاں بھی وہ ہوں وہ اپنے ملک کی ترقی اور کامیابی کے لئے مسلسل مصروف کار ہیں۔

کئی دہائیوں سے مخالفین احمدیت یہ الزام لگا رہے ہیں کہ احمدی اپنے ملک سے وفادار نہیں۔ مگر وہ ان الزامات کو کبھی ثابت نہیں کرسکے اور نہ ہی ان کا کوئی ثبوت دے سکے ہیں۔ اس کے برخلاف حقیقت یہ ہے کہ جب بھی پاکستان کے لئے، ملک کے لئے قربانی دینے کا موقع آیا تو احمدی ...... ہمیشہ اگلی صفوں پر کھڑے ہوئے اور وہ اپنے ملک کے لئے ہر قربانی کے لئے ہمیشہ مستعد ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ خود قانون کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، یہ احمدی......ہی ہیں جو سب سے بڑھ کر ملک کے قانون کی پاسداری کرتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ وہ حقیقی...... ہیں اور حقیقی...... پر عمل کرتے ہیں۔

وفاداری کے ضمن میں قرآن مجید کی ایک اور تعلیم یہ بھی ہے کہ لوگوں کو ایسی تمام چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے جو غیر شریفانہ اور ناپسندیدہ ہوں اور اپنے اندر سرکشی کا کوئی انداز رکھتی ہوں۔ (دین) کی تعلیمات کا خوبصورت اور امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ صرف انتہائی حالتوں تک ہماری توجہ مبذول نہیں کرواتا بلکہ یہ ان معمولی چیزوں میں بھی ہمیں خبردار کرتا ہے جو آگے چل کر انسانیت کے لئے تباہی کا زینہ بنتی ہیں۔

پس اگر (دین) کی تعلیمات پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو تمام معاملات کو بے قابو ہونے سے پہلے شروع میں ہی حل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک ایسا ایشو جو ملک کو انتہائی نقصان پہنچا سکتا ہے وہ افراد میں پیسے کی ہوس ہے۔ اکثر لوگ مادی خواہشات میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ یہ خواہشات بے قابو ہو جاتی ہیں اور لوگوں کو خیانت کی طرف لے جاتی ہیں۔ آخرکار ان کا نتیجہ اپنے ہی ملک کے خلاف بغاوت کی صورت میں نکلتا ہے۔

میں اس کی مزید وضاحت کردوں۔ عربی لفظ ’’بغیہ‘‘ ایسے لوگوں کے لئے استعمال ہوا ہے جو اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو غلط کام کرتے ہیں یا دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جو دھوکہ دہی میں ملوث ہوں اور چیزوں کو غیر قانونی اور غلط ذرائع سے حاصل کریں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو تمام حدوں کو توڑ دیں اور فساد اور نقصان کریں۔ (دین) یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسے لوگ جو اس طرح کے اعمال کریں ان کے بارے میں یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ اخلاص کے ساتھ معاملات کریں گے کیونکہ اخلاص اور وفاداری اعلیٰ درجہ کی

اخلاقی اقدار ہیں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار اخلاص کے بغیر کچھ نہیں اور اسی طرح اخلاص اعلیٰ اخلاقی اقدار کے بغیر کچھ نہیں۔

یہ بات بجا ہے کہ مختلف لوگوں کے نزدیک اعلیٰ اخلاقی اقدار کا تصور مختلف ہوگا۔ مذہب ...... کا دارومدار حصول رضا الٰہی ہے اور وہ اپنے پیروکاروں کو یہی تعلیم دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ وہ اعمال بجالائیں جو اس کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔ مختصراً یہ کہ (دینی) تعلیمات کے مطابق خدا نے ہر قسم کی سرکشی اور بغاوت سے منع کیا ہے خواہ وہ ملک کے خلاف ہو یا حکومت کے خلاف ہو۔ ایسا اس لئے ہے کہ بغاوت یا ریاست کے خلاف کام کرنا ملک کے امن اور استحکام کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ جہاں بھی اندرونی بغاوت اور اختلاف پیدا ہوتے ہیں وہاں بیرونی اختلافات کو بھی ہوا ملتی ہے اور بیرونی عناصر کو حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھائیں۔ پس اپنے ملک سے بے وفائی کے نتائج انتہائی خطرناک اور بھیانک نکل سکتے ہیں۔ اس لئے ہر وہ چیز جو ملک کو نقصان پہنچائے وہ ''بغیہ'' کے اس مفہوم میں شامل ہے جو میں نے بیان کئے ہیں۔ ان چیزوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے وطن سے وفاداری ایک شخص سے برداشت مانگتی ہے اور تقاضا کرتی ہے کہ وہ اخلاقیات کا مظاہرہ کرے اور ملک کے قوانین کی پاسداری کرے۔

عام تناظر میں اگر بات کی جائے تو آجکل نئے دور میں اکثر حکومتیں جمہوری طریق پر قائم ہیں۔ لہٰذا اگر کسی فرد یا گروہ کو حکومت کی تبدیلی مقصود ہے تو انہیں اپنا مؤقف کا اظہار بیلٹ باکس کے ذریعے کرنا چاہئے اور ووٹ بھی ذاتیات کی وجہ سے یا ذاتی اغراض کی وجہ سے نہیں ڈالنا چاہئے بلکہ (دین) تو یہ سکھاتا ہے کہ ووٹ وطن کی محبت اور اخلاص کی وجہ سے ڈالا جائے۔ ایک شخص کو ووٹ اپنے ملک کی بہتری کو مدنظر رکھ کر ڈالنا چاہئے نہ کہ اپنی ترجیحات کو بنیاد بنا کر ووٹ ڈالا جائے یا ایسے فرد یا پارٹی کو ووٹ ڈالا جائے جن سے ذاتی منفعت وابستہ ہو۔ بلکہ ایک شخص کو ووٹ ڈالنے کا فیصلہ انتہائی مناسب طور پر کرنا چاہئے جہاں وہ یہ دیکھے کہ کونسا امیدوار یا پارٹی ملک کی مجموعی ترقی کے لئے بہتر ہوگی۔ حکومت ایک اہم ذمہ داری ہے اور اسے اسی پارٹی کو سونپنا چاہئے جس کے متعلق ووٹ ڈالنے والا دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ وہ اس کی صحیح معنوں میں اہل ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ نمبر 4 آیت نمبر 59 میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ امانت ان کو دو جو اس کے اہل ہیں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہو تو انصاف اور دیانتداری کے ساتھ کیا جائے۔ ملک سے اخلاص اس بات کا متقاضی ہے کہ حکومت ان لوگوں کو دی جائے جو اس کو چلانے کے اہل ہیں تا کہ قوم ترقی کر سکے اور اقوام عالم میں نمایاں ہو سکے۔

دنیا میں اکثر جگہوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ حکومتی پالیسیوں کے خلاف ہڑتالوں میں شامل ہوتے ہیں بلکہ تیسری دنیا میں ہڑتال کرنے والے توڑ پھوڑ پر اتر آتے ہیں اور ریاستی اور انفرادی املاک کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ گو کہ ایسا کرنے والے یہ سب کچھ محبت کے نام پر کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا وطن سے محبت اور وفاداری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جہاں ہڑتال بظاہر پُرامن طریق پر ہو اور کسی قسم کا غیر قانونی حربہ نہ بھی استعمال ہوا ہو پھر بھی اس کے اثرات بہت منفی ہوتے ہیں۔ کیونکہ پُرامن ہڑتال بھی اکثر ملک کی معیشت کو کروڑوں کا نقصان پہنچاتی ہے۔ اس قسم کے رجحان کو کسی بھی طرح وطن کے ساتھ اخلاص کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔

بانی جماعت احمدیہ کا بتلایا ہوا یہ زریں اصول ہے کہ ہر حال میں ہمیں اللہ، اس کے رسول اور حاکم وقت کی اطاعت کرنی ہوگی۔ بلکہ مجھے کہنا چاہئے کہ یہ وہی تعلیم ہے جو قرآن نے ہمیں دی ہے۔ جہاں ملک میں قانونی طور پر ہڑتال اور احتجاج کی اجازت ہو بھی تب بھی یہ صرف اسی حد تک ہونے چاہئیں جہاں تک یہ ملک اور اس کی معیشت کے لئے نقصان دہ اور ضرر رساں نہ ہوں۔

ایک اور سوال جو اکثر اٹھتا ہے کہ کیا مسلمان کسی مغربی ملک کی فوج میں شامل ہو سکتے ہیں اور کیا وہ کسی ایسی فوجی مہم کا حصہ بن سکتے ہیں جو کسی اسلامی ملک کے خلاف ہو؟ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی شخص کو ظلم اور تعدی میں ساتھ نہیں دینا چاہئے اور یہ بنیادی حکم ہر مسلمان کے ذہن میں واضح ہونا چاہئے۔ جہاں ایک مسلم ملک پر حملہ کیا جائے کہ اس نے خود ظلم اور ناانصافی کی راہ پر چلتے ہوئے زیادتی کی طرف پہلے قدم بڑھایا ہے تو ان حالات میں قرآن مسلم حکومتوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ ظالم کا ہاتھ روکیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ظلم کو روکیں اور امن قائم کریں اور ان حالات میں ظلم کو بند کروانے کے لئے کوئی قدم اٹھانا جائز ہے۔ مگر جب وہ قوم جو زیادتی کر رہی تھی وہ اپنی اصلاح کر لے اور امن اختیار کر لے تو پھر اس ملک اور اس کے باسیوں کا مختلف حیلے بہانوں سے استحصال نہیں کرنا چاہئے بلکہ انہیں ان کو قومی آزادی دے دینی چاہئے تا کہ فوج اور قوم مل کر امن کو قائم رکھیں نہ کہ کسی کے مذموم مقاصد کی تکمیل کی جائے۔ اسی طرح اسلام تمام ممالک کو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ظلم اور زیادتی کو روکنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس طرح اگر ضرورت ہو تو غیر مسلم ممالک ان حقیقی اغراض کے لئے مسلم ملک پر حملہ کر سکتے ہیں اور اسی طرح مسلم اور غیر مسلم ممالک کی افواج ان دوسرے غیر مسلم ممالک کی افواج کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں تا کہ اس ملک کو ظلم سے باز رکھا جائے۔ جہاں پر ایسے حالات ہوں تو مسلمان فوجیوں کو خواہ وہ کسی بھی مغربی فوج کا حصہ ہوں، انہیں احکام ماننے چاہئیں اور اگر جنگ میں لڑنا پڑے تو لڑنا چاہئے تا کہ امن قائم کیا جا سکے۔

تاہم اگر فوج کسی دوسرے ملک پر ناانصافی کرتے ہوئے حملے کا فیصلہ کرتی ہے اور خود ظالم کا کردار ادا کرتی ہے تو مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ فوج چھوڑ دے کیونکہ ورنہ وہ ظالم کا آلہ کار بنے گا۔ اس فیصلہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ وہ اپنے ملک سے وفادار نہیں رہا بلکہ ان حالات میں اپنے ملک سے وفاداری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ ایسا قدم اٹھائے اور اپنی حکومت کو یہ مشورہ دے کہ وہ ان پستیوں میں نہ گرے جس میں دوسری وہ قومیں گری پڑی ہیں جو ظلم کی راہ کو اپناتی ہیں۔ اگر فوج میں شمولیت لازمی ہو اور اسے چھوڑا نہ جاسکے مگر اس کا ضمیر مطمئن نہ ہو تو اس مسلمان کو ملک چھوڑ دینا چاہئے مگر وہ ملک کے قانون کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا۔ اسے ملک چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ ایک مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ وہ ایک ملک میں شہری بن کر بھی رہے اور ساتھ اس ملک کے خلاف کام بھی کرے یا مخالفوں کے ساتھ مل جائے۔

پس یہ (دینی) تعلیم کے چند پہلو ہیں جو تمام سچے ...... کی ان کے وطن سے حقیقی وفاداری اور محبت کے تقاضوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اس مختصر سے وقت میں میں اس موضوع کو محض چھو ہی پایا ہوں۔ میں کہنا چاہوں گا کہ آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا ایک گلوبل ویلیج بن گئی ہے۔ انسان باہم بہت جڑ گئے ہیں۔ تمام قوموں، ادیان اور تہذیبوں کے لوگ ہر ملک میں ملتے ہیں۔ پس تمام قوموں کے سربراہان کو چاہئے کہ وہ سب لوگوں کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھیں۔ تمام لیڈروں اور ان کی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ایسے قوانین بنانے کی کوشش کریں جو سچائی اور انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے والے ہوں بجائے اس کے کہ ایسے قوانین وضع کئے جائیں جو لوگوں میں بے چینی اور اضطراب پیدا کرنے کا باعث بنیں اور ایسا کرنے کا بہترین طریق یہی ہے کہ دنیا اپنے خالق کو پہچانے۔ ہر قسم کی وفاداری خدا سے وفاداری سے مربوط ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنی آنکھوں سے تمام قوموں کے لوگوں کو اعلیٰ معیار کی وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ امن اور استحکام کی نئی شاہراہیں تمام دنیا میں کھل جائیں گی۔

(الفضل 20 جون 2012ء)

بقیہ صفحہ 2 حضرت مصلح موعود کا خطاب

آخر میں مجھے سیدنا حضرت مصلح موعود کے اس زندہ جاوید پیغام کا ایک حصہ سپرد قرطاس کرنا ہے جو حضور نے 5 اپریل 1946ء کو متحدہ ہندوستان میں پارلیمنٹری مشن کی آمد کے موقع پر سپرد قلم فرمایا اور الفضل 6 اپریل 1946ء کے صفحہ 1 تا 7 میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہ پیغام ہی نہیں ایک ایسا آسمانی نسخہ کیمیا ہے جس سے ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا حقیقی معنوں میں پاکستان بننے والی ہے۔

میں مسلمانوں کے نمائندوں کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہندوستان ہمارا بھی اسی طرح ہے جس طرح ہندوؤں کا ہمیں بعض زیادتی کرنے والوں کی وجہ سے اپنے ملک کو کمزور کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس ملک کی عظمت کے قیام میں ہمارا بہت کچھ حصہ ہے۔ ہندوستان کی خدمت ہندوؤں نے تو انگریزی زمانہ میں انگریزوں کی مدد سے کی ہے لیکن ہم نے اس ملک کی ترقی کے لئے آٹھ سو سال تک کوشش کی ہے۔ پشاور سے لے کر منی پور تک اور ہمالیہ سے لے کر مدراس تک ان محبان وطن کی لاشیں ملتی ہیں جنہوں نے اس ملک کی ترقی کے لئے اپنی عمریں خرچ کر دی تھیں۔ ہر علاقہ میں اسلامی آثار پائے جاتے ہیں۔ کیا ہم ان سب کو خیر باد کہہ دیں گے کیا ان کے باوجود ہم ہندوستان کو ہندوؤں کا کہہ سکتے ہیں۔ یقیناً ہندوستان ہندوؤں سے ہمارا زیادہ ہے۔ قدیم آریہ ورت کے نشانوں سے بہت زیادہ اسلامی آثار اس ملک میں ملتے ہیں۔ اس ملک کے مالیہ کا نظام، اس ملک کا پنچائتی نظام، اس ملک کے ذرائع آمدورفت سب ہی تو اسلامی حکومتوں کے آثار میں سے ہیں۔ پھر ہم اسے غیر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کیا سپین میں سے نکل جانے کی وجہ سے ہم اسے بھول گئے ہیں ہم یقیناً اسے نہیں بھولے۔ ہم یقیناً ایک دفعہ پھر سپین کو لیں گے۔ اسی طرح ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ملک ہمارا ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ ہماری سستی اور غفلت سے عارضی طور پر یہ ملک ہمارے ہاتھ سے گیا ہے۔ ہماری تلواریں جس مقام پر جا کر کند ہوگئیں۔ وہاں سے ہماری زبانوں کا حملہ شروع ہوگا۔ اور ...... کے خوبصورت اصول کو پیش کر کے ہم اپنے ہندو بھائیوں کو خود اپنا جزو بنالیں گے مگر اس کے لئے ہمیں راستہ کو کھلا رکھنا چاہئے۔ ہمیں ہرگز وہ باتیں قبول نہیں کرنی چاہئیں جن میں ......اور............ کی موت ہو۔ مگر ہمیں وہ طریق بھی اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے ہندوستان میں ...... کی حیات کا دروازہ بند ہو جائے۔ میرا یقین ہے کہ ہم ایک ایسا منصفانہ طریق اختیار کر سکتے ہیں۔ صرف ہمیں اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا چاہئے۔ ...... نے انصاف اور اخلاق پر سیاسیات کی بنیاد رکھ کر سیاست کی سطح کو بہت اونچا کر دیا ہے۔ کیا ہم اس سطح پر کھڑے ہو کر صلح اور محبت کی ایک دائمی بنیاد نہیں قائم کر سکتے۔ کیا ہم کچھ دیر کے لئے جذباتی نعروں کی دنیا سے الگ ہو کر حقیقت کی دنیا میں قدم نہیں رکھ سکتے تا ہماری دنیا بھی درست ہو جائے اور دوسروں کی دنیا بھی درست ہو جائے۔

میں مسلمانوں سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ وقت اتحاد کا ہے جس طرح بھی ہو اپنے اختلافات کو مٹا کر مسلمانوں کی اکثریت کی تائید کریں اور اکثریت اپنے لیڈر کا ساتھ دے اس وقت تک کہ یہ معلوم ہو کہ اب کوئی صورت سمجھوتہ کی باقی نہیں رہی اور اب آزادانہ رائے دینے کا وقت آ گیا ہے۔ مگر اس معاملہ میں جلدی نہ کی جائے تا کامیابی کے قریب پہنچ کر ناکامی کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔''

قائم ہو پھر سے حکم محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے
بطحاء کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نور نبوت خدا کرے

مکرم نذیر احمد سانول صاحب

بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے حالات زندگی

رہبر ملت، حضرت محمد علی جناح قائداعظم کے احسانات نہ صرف اہالیان پاکستان پر ہیں بلکہ برصغیر کے ہر فرد پر یکساں ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا اور ان کی عزت و توقیر اور احترام کرنا ہر پاکستانی اور برصغیر کے ہر باشندہ پر فرض ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ کی شخصیت کے بارے میں لکھنے سے پہلے آپ کے بزرگ والدین کا مختصر تعارف اور خاندانی پس منظر عرض کیا جائے۔

قائداعظم کے آباؤاجداد

آپ کا خاندان معزز اور شریف تھا جد امجد ایرانی امراء میں سے تھے آپ آغا خاں اول کے ہمراہ ہجرت کر کے ایران سے ہندوستان تشریف لائے تھے اور یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے اور یہاں بھی صاحب حیثیت اور اہل وقار تھے۔

محمد علی جناح قائداعظم کے دادا جان کا اسم گرامی مسٹر پونجا بھائی صاحب تھا۔ آپ اسماعیلی برادری کے ایک نہایت معزز اور صاحب ثروت بزرگ تھے علاقہ میں آپ کا ادب واحترام اور مقام تھا۔ آپ کی اولاد میں چار بچے تھے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تین بیٹے والجی بھائی، نتھو بھائی اور جناح بھائی اور ایک بیٹی محترمہ مان بائی صاحبہ تھیں۔

قائداعظم کے والد گرامی کا نام ''جناح بھائی'' تھا۔ آپ بھی اپنے بزرگوں کی طرح سمجھدار لائق محنتی اور صاحب فن اور نیک خصال انسان تھے۔

قائداعظم کے والد مسٹر جناح بھائی کی شادی ان کے والد گرامی مسٹر پونجا جناح نے 17 سال کی عمر میں 1874ء میں اسماعیلی خاندان کے ایک معزز گھرانہ کی لڑکی محترمہ شیریں بی بی سے اسماعیلی رسوم و رواج کے مطابق کردی۔

یہ شادی کاٹھیا واڑ کے علاقہ (جنود) (Ganod) کے ایک نزدیکی گاؤں دھافہ (Dhaffa) میں سرانجام پائی۔ شیریں بی بی صاحبہ کا تعلق اسی گاؤں سے تھا۔

قائداعظم کی والدہ محترمہ شیریں بی بی صاحبہ اسماعیلی خوجہ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ شیریں بی بی صاحبہ گوری چٹی، دراز قد اور خوبصورت خاتون تھیں جب بیاہ کر لائے تو سسرالیوں نے ان کی خوبصورتی، خوش مزاجی اور خوش سلیقگی کو دیکھ کر انہیں ''پیار'' سے میٹھی بائی کا لقب دیا۔ یہ لوگ سگھڑ، خوبصورت اور خوش مزاج لڑکیوں اور دلہنوں کو ''میٹھی'' کہا کرتے تھے۔ اتفاق سے یہ فارسی لفظ ''شیریں'' کا ہم معنی بھی تھا۔ چنانچہ سارے گھرانہ میں ان کی یہی عرفیت مشہور ہوگئی۔ پھر میٹھی کثرت استعمال سے مٹھی بن گیا اور یہی ان کا مستقل نام ٹھہرا۔

جناح پونجا اینڈ کمپنی

قائداعظم کے آباؤاجداد تاجر پیشہ تھے اور اپنے فن میں مثالی تھے مسٹر جناح بھائی بھی کاروبار کو وسعت دینے کے لئے سوچنے لگے چنانچہ 1875ء میں شادی کے چند ہی ماہ بعد اپنا الگ کاروبار منظم کرنے کی غرض سے جناح بھائی اپنی اہلیہ مٹھی بائی کے ہمراہ کاٹھیاواڑ سے کراچی منتقل ہو گئے۔ میاں بیوی نے کراچی کھارادر کے نیونہام روڈ پر دو کمروں پر مشتمل ایک متوسط درجہ کا مکان کرایہ پر حاصل کیا۔

یہ علاقہ اس وقت کاروباری مرکز کے طور پر مشہور تھا۔ قائداعظم کے والد نے اس علاقہ میں ''جناح پونجا اینڈ کمپنی'' کے نام سے کاروبار شروع کیا جو ابتدائی چند مشکلات اور رکاوٹوں کے بعد چل نکلا اور اس نے بڑا نام کمایا۔

قائداعظم کے بہن بھائی

قائداعظم کے والدین کا کنبہ 10 افراد پر مشتمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسٹر جناح کو آٹھ بچے عطا فرمائے تھے جن کی تفصیل یہ ہے۔

چار بھائی احمد علی صاحب، بندے علی صاحب، بچو صاحب اور قائداعظم محمد علی جناح صاحب۔

اسی طرح چار ہی بہنیں تھیں۔ مریم جناح صاحبہ، رحمت جناح صاحبہ، فاطمہ جناح صاحبہ اور شیریں بائی صاحبہ۔

محمد علی صاحب جناح اور محترمہ فاطمہ جناح کے علاوہ اور اولاد معروف نہ ہوئے بلکہ پردہ کے پیچھے چلی گئی۔

عظیم بچے کی پیدائش

25 دسمبر 1876ء کی صبح وزیر مینشن کراچی کے تاریخی مقام پر پیر کے روز مٹھی بائی کے ہاں ایک بچہ نے جنم لیا۔ پہلوٹھی کے اس عظیم بچہ کا نام خاندانی روایات کے مطابق بچے کے حقیقی ماموں جناب قاسم موسیٰ صاحب نے ''محمد علی'' رکھا۔

مسٹر جناح پونجا کے گھرانہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب کسی بچے کا خالص اسلامی نام تجویز ہوا۔

والدہ محترمہ کی تشویش

ماں کی پہلی اولاد تھی بچہ نہایت کمزور تھا ہاتھ بڑے لمبے لمبے اور وزن تشویشناک حد تک کم تھا۔ نومولود کی لاغر صحت نے مٹھی بائی کو پریشان کر دیا۔ ڈاکٹر نے بعد معائنہ تسلی دی کہ کوئی بیماری نہیں فکر مند نہ ہوں۔

عقیقہ

نومولود بچہ کی خوشی میں والدین نے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے چند دن بعد عقیقہ کا اہتمام کر کے دوست احباب اور رشتہ داروں کو مدعو کیا اور اس تقریب میں غرباء کو بھی شامل کیا گیا۔

قائداعظم کا بچپن

قائداعظم بڑے ذہین تھے، بے حد شرارتی چالاک اور چاک و چوبند۔ محلے کے لڑکوں کے ساتھ کھیلنا کودنا پسند تھا۔ گلی ڈنڈا، بنٹے اور شور شرابہ بڑے شوق سے کرتے تھے۔

حصول تعلیم کی پابندی

والدین نے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے گجراتی زبان میں تعلیم دلوانے کا انتظام کیا 6 سال کی عمر تک گجراتی زبان میں پڑھے لیکن اس طرف کم توجہ کی 9 سال کی عمر میں پرائمری سکول میں داخلہ دلوایا گیا یہاں بھی عدم توجہی رہی 10 سال کی عمر میں سندھ مدرسۃ الاسلام میں داخل کرایا گیا تعلیم کی طرف تھوڑی توجہ دیتے تھے اس لئے آپ کی پھوپھی جان ''مان بائی'' ممبئی لے کر گئیں تا کہ وہاں دلجمعی کے ساتھ علم حاصل کریں آپ کو انجمن اسلام سکول ممبئی داخلہ ملا۔ فورتھ گجراتی کا امتحان پاس کیا پھر فرسٹ سٹینڈرڈ انگلش کلاس میں داخل مل گیا۔ تاہم 23 دسمبر 1887ء کو والد صاحب نے واپس بلا لیا اور دوبارہ سندھ مدرسۃ الاسلام میں داخلہ کرا دیا۔ ایک سکول ریکارڈ کے مطابق 9 فروری 1891ء کو فورتھ انگلش کے طالب علم کے طور پر سامنے آئے اس وقت آپ کی عمر 15 برس ہوگی۔

مستقبل کی منصوبہ بندی

گراہم ٹریڈ کمپنی کے جنرل مینیجر نے جن کے ساتھ جناح بھائی کے تجارتی تعلقات تھے مشورہ دیا کہ محمد علی کو لندن میں گراہم ٹریڈنگ کمپنی کے صدر دفتر بھیج دیا جائے تا کہ وہاں بزنس ایڈمنسٹریشن سیکھ سکے۔ اس وقت آپ سندھ مدرسۃ الاسلام میں ففتھ انگلش کے طالب علم تھے۔

شادی

بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم کے حصول سے قبل والدہ اس شرط پر رضامند ہوئیں کہ لندن جانے سے قبل محمد علی جناح کی شادی کر دی جائے۔ چنانچہ اسماعیلی خاندان کی ایک لڑکی ''ایمی بائی'' سے شادی کر دی گئی اس وقت آپ پندرہ سال کے تھے یہ آپ کی پہلی شادی تھی۔ ایمی بائی آپ کی تعلیم کے دوران ہی وفات پا گئی تھیں۔ بعدہ آپ نے دوسری شادی کی۔

حصول تعلیم کے لئے لندن روانگی

16 برس کی عمر میں حصول تعلیم کے لئے لندن تشریف لے گئے ابتداء میں حسب ہدایت والدین کا کاروباری تربیت لیتے رہے لیکن جلد آپ کے اندر کا قائد جاگ اٹھا اور قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سوچنے لگے۔ اس مقصد کے لئے داخلہ کا امتحان پاس کرنا ضروری تھا دو سال کی سخت محنت کے بعد امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

لنکنز ان کالج لندن کا انتخاب

قائداعظم نے قانون کی ڈگری لینے کے لئے مختلف کالجز کا دورہ کیا اور جب لنکنز ان کالج کو دیکھا تو وہاں کالج کی طرف سے ان شخصیات جنہوں نے دنیا کو نیا قانون و آئین دیا کی فہرست میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک تحریر تھا اس لئے آپ نے اس کالج کو داخلہ کے لئے پسند فرمایا

داخلہ جاتی امتحان میں کامیابی کے بعد آپ اس کالج میں داخل ہو گئے آپ ہندوستان کے سب سے کم عمر طالب علم تھے۔ آپ نے یہاں خوب محنت کی اور صرف چار سال کے عرصہ میں بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی کی کامیابی کے بعد ہندوستان تشریف لائے۔

آپ کی واپسی سے تین ماہ قبل والدہ محترمہ وفات پا چکی تھیں۔

تکمیل تعلیم کے بعد ہندوستان تشریف آوری

تعلیم کی تکمیل پر ہندوستان تشریف لائے اور ملک وملت کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ابتداء میں آپ نے کراچی میں قانون کی پریکٹس شروع کی بعد میں بمبئی تشریف لے گئے اور وہاں کامیابی سے پریکٹس کرتے رہے پھر اہل ہند کی سیاسی خدمت کے لئے انڈین کانگریس میں شمولیت اختیار فرمائی 1906ء تا 1914ء کانگریس میں خدمات بجا لاتے رہے۔ یہاں آپ اس بات کے حامی تھے کہ ہندو مسلم متحد ہو جائیں تا کہ ملک

سے انگریز کو نکالا جا سکے۔ ہندو بڑے شاطر تھے مسلمانوں کو اہمیت نہ دیتے تھے اس بناء پر آپ نے کانگریس سے علیحدگی اختیار فرما کر مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔مگر بعد ازاں آپ ہندوستان کی سیاست سے بددل ہوکر برطانیہ چلے گئے۔ جہاں حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے آپ کو ہندوستان آنے پر آمادہ کیا۔

آپ 1934ء سے مسلم لیگ کے صدر مقرر ہوئے اور مسلم لیگ کو خوب ترقی دی اور پورے ملک میں اسے فعال بنایا۔

بانئ پاکستان

ہندو تو اسلام اور پاکستان کا مخالف تھا ہی لیکن کانگریسی علماء و لیڈران بھی آپ کے مخالف ہو گئے اور ہر قسم کا نقصان پہنچانے کے جتن کرنے لگے۔ یہاں آگے بڑھ کر آپ کی ذات پر حملے کرنے لگے۔کفر کے فتاویٰ دیئے گئے۔غیر مسلم عورت سے شادی، منہ پر نہ داڑھی نہ مونچھ کے طعنے دیئے گئے۔انگریزی لباس اور زبان کے پلید ہونے کا فیصلہ صادر کیا گیا بانی پاکستان کا ساتھ دینے والوں اور مسلم لیگ کے جلسہ میں شامل ہونے والوں کے نکاح ٹوٹ جانے کے متفقہ فتاویٰ جاری کر کے نفرت کو ہوا دی گئی۔پاکستان کیا پاکستان کی ''پ'' بھی نہ بننے اور نہ بنانے دینے کے بلند بانگ دعوے کئے گئے۔قائداعظم اور مسلم لیگ کو ہر میدان میں ہراساں اور بددل کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔

مگر اس شیر دل اور باہمت قائد نے اپنی محنت، لگن، قابلیت اور صلاحیت کی بناء اور خداتعالیٰ کی مدد سے 14 / اگست 1947ء کو پاکستان قائم فرما دیا۔قائداعظم کا یہ احسان کبھی نہ بھلایا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک پیارے ملک پاکستان کو قائم ودائم رکھے۔آمین

رتی جناح

قائداعظم نے دوسری شادی بھی کی تھی جن کا نام رتی تھا۔رتی جناح، مسلمانان برصغیر کے سب سے عظیم قائد، قائداعظم محمد علی جناح کی شریک حیات تھیں۔ قائداعظم کی پہلی شادی ان کے لڑکپن کے دنوں میں ان کے خاندان کی ایک لڑکی سے کر دی گئی تھی مگر چند ہی سال بعد جب وہ انگلستان میں زیر تعلیم تھے، ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد قائداعظم اپنے پیشے اور سیاست کی مصروفیات میں ایسے الجھے کہ انہیں مدتوں اپنی دوسری شادی کا خیال نہیں آیا۔

1916ء میں جب بمبئی کے سیاسی حلقوں میں خاصے معروف ہو چکے تھے تو ان کی ملاقات ایک پارسی بیرونیٹ سر ڈنشا پیٹیٹ کی اکلوتی بیٹی رتی پیٹیٹ جو اس وقت فقط سولہ برس کی تھیں۔وہ بمبئی کے حلقوں میں اپنی ذہانت، شاعرانہ مزاج، شوق مطالعہ اور خوش پوشاکی کی وجہ سے مشہور تھیں۔ان کی شخصیت نے قائداعظم محمد علی جناح کو بے حد متاثر کیا۔

رتی پیٹیٹ کے والد سر ڈنشا پیٹیٹ کو جب اس صورتحال کا علم ہوا تو انہوں نے رتی کی عمر کو جواز بنا کر رتی اور قائداعظم کی ملاقات کے خلاف عدالت سے حکم امتناعی حاصل کر لیا۔قائداعظم نے قانون کی مکمل پاسداری کی اور تقریباً ڈیڑھ برس تک رتی سے نہیں ملے۔لیکن رتی کی عمر 18 برس کی ہوگئی تو وہ اپنے والدین کی دولت و ثروت کو خیر باد کہہ کر قائداعظم کے پاس پہنچ گئیں۔ 18 / اپریل 1918ء کو رتی نے بمبئی کی جامع مسجد کے امام مولانا نذیر احمد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور ان کا اسلامی نام مریم رکھا گیا۔اگلے دن وہ محمد علی جناح کے عقد میں آ گئیں۔

قائداعظم شروع شروع میں تو رتی کو بھرپور وقت دیتے رہے لیکن آہستہ آہستہ ان کی سیاسی سرگرمیاں زیادہ وقت لینے لگیں اور دونوں میاں بیوی کے اختلافات رونما ہونے لگے اور ایک وقت وہ بھی آیا جب رتی قائداعظم کی رہائش گاہ سے سکونت ترک کر کے ایک ہوٹل میں منتقل ہوگئیں۔ ان دنوں رتی کی صحت بھی بہت گر گئی تھی۔اس دوران کئی مرتبہ خود قائداعظم اور ان کے دوستوں نے اس علیحدگی کو ختم کروانے کی کوشش کی لیکن کوئی صورت سودمند ثابت نہیں ہوئی۔اپریل 1928ء میں رتی شدید بیماری کے باعث علاج کروانے کے لئے پیرس چلی گئیں پھر قائداعظم بھی وہیں پہنچ گئے اور ایک ماہ تک ان کے ساتھ رہے۔اس کے بعد رتی واپس ہندوستان چلی آئیں۔ ہندوستان واپس آ کر قائداعظم کبھی کبھی رتی جناح کی مزاج پرسی کے لئے جانے لگے۔ان کے اختلافات کی خلیج بتدریج پٹنے لگی۔

28 جنوری 1929ء کو قائداعظم دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی چلے گئے اور ان کی عدم موجودگی میں 20 فروری 1929ء کو اپنی 29ویں سالگرہ کے دن رتی جناح اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔

قائداعظم کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے قائداعظم کو اولاد جیسی نعمت سے بھی نوازا تھا آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام ''وینا جناح'' رکھا گیا قائداعظم کو اپنی بیٹی سے حد درجہ محبت تھی آپ نے اسے بڑی محبت وانس سے پالا اور تعلیم دلائی۔ بیٹی نے پارسی خاندان میں شادی کر لی جس کا قائداعظم کو رنج تھا آپ کے داماد کا نام ''نیوائل واڈیا'' تھا یہ مذہباً پارسی تھے۔ قائداعظم نے بیٹی سے ناراض ہو کر قطع تعلق کر لیا تھا۔ پورے ملک کا سربراہ ہونے اور بانی ہونے کے ناطے بھی بیٹی کو ملک میں نہ آنے دیا۔یہ آپ کی اصول پرستی تھی۔

اپنے والد کی وفات پر ''وینا جناح'' پاکستان تشریف لائی تھیں۔

قائداعظم کا سفر آخرت

دنیا میں انسان عارضی آیا ہے اسے بقا عطا نہیں کی گئی۔آپ نے فانی زندگی میں صرف 72 سال حاصل کئے اور کام وہ کر گئے جو بڑی بڑی عمروں والے ہزاروں سال میں نہ کرسکیں گے۔

آپ کو تپ دق کا عارضہ تھا آپ نے اس کا مقابلہ کیا۔ڈاکٹروں کے مشورہ پر آپ صحت مند مقام ''زیارت'' بلوچستان تشریف لے گئے۔

قائداعظم کے آخری معالج۔کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش تھے۔

11 ستمبر 1948ء کو آپ نے پاکستانی وقت کے مطابق رات 10 بجکر 20 منٹ پر اپنی جان خداتعالیٰ کے سپرد کر دی۔اور رات 11 بجے ریڈیو پاکستان پر وفات کا اعلان کیا گیا۔

آپ کا جسد کراچی کے مشہور مقام پر دفن کیا گیا اب اسے مزار قائد کے نام سے ساری دنیا جانتی ہے۔

حضرت قائداعظم محمد علی جناح کا مزار کراچی کی مشہور سڑک شاہراہ محمد علی جناح پر واقع ہے اس کے احاطہ کا رقبہ پینسٹھ ہزار مربع گز ہے۔مزار کا اندرونی قطر 70 فٹ اور بیرونی قطر 72 فٹ ہے۔اس کی اونچائی 120 فٹ ہے۔مزار کی اندرونی چھت کا رنگ ہلکا نیلا ہے جسے ہم آسمانی رنگ بھی کہتے ہیں۔ اس چھت میں ہمارے دوست ملک چین کا دیا ہوا تحفہ فانوس کی شکل میں جگمگا رہا ہے۔اس فانوس کی لمبائی پندرہ فٹ اور وزن تین ہزار کلوگرام ہے۔اس فانوس میں نچلی طرف سترہ خوب صورت ستارے لگے ہوئے ہیں۔ان کے علاوہ اڑتالیس ایسے ستارے ہیں جو روشنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

مزار کے بہت سے نقشے سامنے آئے لیکن آپ کی بہن مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے یحییٰ مرچنٹ کا تیار کیا ہوا نقشہ پسند کیا جو آج مزار کی اصل شکل میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اس کی تعمیر کے لئے پاکستان کے ضلع مردان سے سنگ مرمر لایا گیا۔ پاکستانی سنگ مرمر کے علاوہ اس کی تعمیر میں اٹلی کا سنگ مرمر بھی استعمال کیا گیا ہے۔اس خوبصورت عمارت میں 14 فٹ گہرا تہہ خانہ ہے۔اس کے اندر وہ عظیم قائد آرام فرما ہے جس کے نام سے یہ مزار مشہور ہے۔قبر کے اوپر جو تعویذ ہے اس کی حفاظت کے لئے چاندی کا جنگلا لگا ہوا ہے اس جنگلے سے دو فٹ ہٹ کر پیتل کا خوبصورت جنگلا ہے اس کی لمبائی 18 فٹ 10 انچ ہے اور چوڑائی 15 فٹ ایک انچ ہے۔ قبر تک رسائی کے لئے چاروں طرف چار دروازے ہیں۔عمارت کے باہر ہماری بہادر بحری فوج کے نوجوان پہرہ دیتے رہتے ہیں۔مزار کے احاطے کے دو بڑے دروازے ہیں۔ایک عمومی دروازہ کہلاتا ہے جو صبح 9 بجے سے رات 10 بجے تک ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔اس دروازے سے قائداعظم کے عقیدت مند آ کر اپنے محبوب راہنما کو خراج محبت ادا کرتے ہیں۔دوسرا دروازہ خصوصی ہے۔ یہ صرف ملکی یا غیر ملکی سربراہوں کی آمد پر ہی کھولا جاتا ہے۔

صدر دروازے اور مزار کی سیڑھیوں کے درمیان میں پندرہ تالاب ہیں۔ان کی لمبائی 50 فٹ، چوڑائی 28 فٹ اور گہرائی 3 فٹ ہے۔ان تالابوں میں 4،4 فٹ اونچے فوارے لگے ہوئے ہیں جن سے پانی اچھل اچھل کر ماحول کو دلکش بناتا ہے۔

مزار کے احاطے کو روشن رکھنے کے لئے 90، 90 فٹ اونچے فلڈ لائٹ ٹاور بنائے گئے ہیں۔ ان کی روشنی اس قدر تیزی ہوتی ہے کہ رات کو مزار چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتا ہے۔مزار کے چبوترے پر اڑتالیس سرخ لائٹس لگائی گئی ہیں۔ مزار کی لحد پر سورۃ نصر کندہ کی گئی ہے۔ایک آیت سورۃ فتح کی بھی ہے۔

پاکستان زندہ باد

قائداعظم پائندہ باد

اے پاکستان تو آباد رہے۔

شاد رہے آزاد رہے۔

شکریہ

مکرم سید نادر سیدین صاحب نے تاریخی ڈاک ٹکٹیں اور مکرم عطاء الحق عمار صاحب نے ٹائیٹل کی تصاویر مہیا کی ہیں۔ ادارہ الفضل ان ہر دو احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مرتبہ: مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

فاتح چھمب جنرل اختر حسین ملک کو کمان سے ہٹانے کا واقعہ

کامیاب ترین جنگی آپریشن کو ذاتی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا

پاک بھارت ستمبر 1965ء کی مشہور عالم جنگ کے چند ماہ بعد ہی پاکستان کے سینئر قلم کار اور صحافی جناب شریف فاروق کی کتاب ''پاکستان میدان جنگ میں'' جنوری 1966ء میں منصۂ شہود پر آ گئی تھی۔ متذکرہ کتاب کے تعارف میں اس وقت کے صدر افریشیائی اقتصادی کانفرنس جناب گل محمد نے تحریر کیا:۔

''اس کتاب کی حیثیت ایک مستقل تاریخی دستاویز کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شجاعت اور بہادری کی انفرادی داستانیں بھی ہمارے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔''

چھمب جوڑیاں معرکے کا ولولہ انگیز تذکرہ

قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ بھارتی فوج کی اشتعال انگیزیوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے یکم ستمبر 1965ء کو شیر دل جرنیل اختر حسین ملک کی سرکردگی میں پاک فوج کے جوانوں اور بہادروں نے مقبوضہ کشمیر کے علاقہ چھمب میں حیرت انگیز کارروائی شروع کی۔ وقائع نگار شریف فاروق اپنی کتاب ''پاکستان میدان جنگ میں'' پاکستانی افواج کے چھمب پر قبضے اور چھمب کی فوجی اہمیت کے متعلق تحریر کرتے ہیں:۔

''چھمب پر قابض ہونے کے بعد پاکستانی فوجوں نے کسی مقابلہ کے بغیر دریائے توی عبور کر لیا۔ اس کے بعد وہ برق رفتاری سے بھارت کے مضبوط گڑھ جوڑیاں کی طرف بڑھنے لگیں۔ چھمب کے سیکٹر میں پاکستان کے حملہ کو فوجی زبان میں عظیم تباہ کن حملہ گرینڈ سلیم (Grand Slam) کا نام دیا گیا اور یہ واقعی تباہ کن ثابت ہوا۔ یعنی بھارتی فوج کو چھمب سیکٹر میں مکمل تباہی سے ہمکنار کر دیا گیا۔

چھمب گزشتہ 17 سال سے بھارت کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ یہاں انہوں نے اتنی بھاری تعداد میں خوراک، اسلحہ اور گولہ بارود کے ذخیرے کر رکھے تھے، اگر وہ یہاں سالوں تک لڑنا چاہتے تو کافی ہوتے لیکن پاکستان کی جواں ہمت، بہادر اور نظم وضبط میں اپنی نظیر آپ فوجوں کے ایک ہی ہلے نے ان کے قدم اکھاڑ دیئے اور اس نے دشمن کے سامنے راہ فرار کے سوا اور دوسرا کوئی راستہ نہ کھلا نہ چھوڑا''۔

(''پاکستان میدان جنگ میں'' ص113)

بھارت کی جانب سے فوجی جارحیت

مضمون کو آگے بڑھانے سے پہلے قارئین کرام کی خدمت میں نوائے وقت کے مستقل کالم نویس اور فوجی تجزیہ نگار کرنل (ر) اکرام اللہ کے کالم ''قندیل'' مطبوعہ 6 ستمبر 2010ء کا ایک معلومات افزاء تفصیلی اقتباس پیش ہے:۔

''جب دیگر کئی سازشیں کامیاب نہ ہوسکیں تو (بھارت نے) ریاست کشمیر پر اپنا قبضہ جمانے کے لئے مظفر آباد پر فوجی جارحیت کی منصوبہ بندی 1964ء کے وسط میں پاکستان کے آزاد کشمیر میں تعینات نمبر 12 ڈویژن کے چاروں سیکٹرز میں پہاڑی اور جنگلات کے مختلف علاقوں میں وسیع گوریلا آپریشن کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر دراندازی Infiltration کی کارروائیاں شروع کر دیں۔ جب اس کا علم نمبر 12 ڈویژن کے جی او سی جنرل اختر ملک کو ہوا تو انہوں نے فوری طور پر فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ اور وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے مشورہ سے بھارتی سازش کے قلع قمع کے لئے جوابی کارروائی یا Counter Infiltration کا ایک منصوبہ بنایا جسے آپریشن جبرالٹر کا نام دیا گیا اور اس وقت کے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اس منصوبہ کی منظوری بھی دے دی۔ اسی منصوبہ کے آخری حصہ کا نام آپریشن Grand Slam رکھا گیا جس کا مقصد ''چھمب جوڑیاں کے علاقے میں کارروائی کر کے اکھنور پر قبضہ کر لیا جائے جس کے نتیجہ میں بھارت کا مظفر آباد کے علاقہ میں قبضہ کا خواب اور نمبر 12 ڈویژن کو چاروں سیکٹروں میں زک پہنچانا ناکام بنا دیا جائے گا۔ یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ آپریشن Grand Slam یعنی اکھنور پر قبضہ کر کے بھارتی منصوبے یعنی مظفر آباد پر قبضہ کی سازش کو روکنا تھا اور اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو آپریشن جبرالٹر اور آپریشن Grand Slam دونوں نے اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی ماسوائے اس کے کہ مظفر آباد تو بھارت (کے) قبضہ سے محفوظ رہا لیکن پاکستانی فوج بعض وجوہات کی بنا پر اکھنور پر قبضہ نہ کر سکی۔''

(نوائے وقت مورخہ 6 ستمبر 2010ء)

قابل فخر آغاز لیکن افسوسناک انجام

بریگیڈئر (ر) شوکت قادر کے تفصیلی انگریزی مضمون سے دو اہم اقتباس:

(الف) ''میں نے اپنے گزشتہ ہفتے کے مضمون میں میجر جنرل اختر ملک کے متعلق چند کلمات تو کہے تھے لیکن وہ کافی نہیں تھے۔ وہ ایک دلیر اور جری کمانڈر تھے جو دباؤ میں بھی گھبراتے نہیں تھے اور پُرسکون رہتے تھے اور اپنے جوانوں میں اعتماد کی جوت جگا دیتے تھے۔ نہ صرف افسروں میں بلکہ سپاہیوں میں بھی جس سے ان لوگوں کے حوصلے کہیں بلند ہو جاتے۔''

(ڈیلی ٹائمز'' لاہور 4/اکتوبر 2003ء)

(ب) ''آپریشن (Grand Slam) یکم ستمبر کو صبح سویرے پانچ بجے شروع ہونا تھا۔ یہ منصوبہ بندی کے مطابق شروع ہوا۔ ''چھمب مقررہ وقت کے اندر سرنگوں ہو گیا اور پہلی روشنی کے جلد بعد صبح سات بجے کے قریب ہماری افواج نے دریائے توی کو عبور کرنا شروع کر دیا۔ آگے کی جنگی کارروائی تیزی سے جاری رہی اور بعد دوپہر ایک بجے تک افواج نے اپنی نفری اور پوزیشن مستحکم کر لی اور اب وہ اپنے مربوط خطوں میں داخل ہونے کے لئے تیار ہی کھڑی تھیں یہاں سے روشنی ختم ہونے سے کافی وقت پہلے، قریباً 3 بجے سہ پہر کو اکھنور پر حملے کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ بہرحال اکھنور تک پہنچنا ہماری قسمت میں نہ تھا (کیونکہ کمانڈر اختر ملک اور ان کے لشکر کو جاری کارروائی کے درمیان میں روک دیا گیا۔ مترجم)''

(''ڈیلی ٹائمز'' انگریزی لاہور 4/اکتوبر 2003ء)

بہت بڑی سیاسی و جنگی غلطی

صحافی راحیلہ عشائی کا ایک مضمون بعنوان ''اے وادیٔ کشمیر تیری جنت میں آئیں گے۔'' روزنامہ ''جناح'' لاہور میں شائع ہوا ہے۔ آیئے متذکرہ مضمون کے آخری کالم سے ایک اہم اقتباس پڑھتے ہیں۔

''جب پاکستان نے 1965ء میں چھمب جوڑیاں پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا تب ہندوستانی افواج کے مورال گر چکے تھے اور وہ بدحواسی میں پسپا ہو رہی تھیں اس وقت ضرورت اس بات کی تھی کہ اکھنور پر قبضہ کر لیا جاتا اور یہ تقریباً ہو چکا تھا کہ جنرل اختر حسین نے اپنی اعلیٰ جنگی مہارت اور فوج کے بے مثال قربانی سے کامیابی حاصل کر لی تھی مگر صدر ایوب نے جنرل اختر حسین ملک کو وہاں سے ہٹا دیا یہ ایک بہت بڑی سیاسی و جنگی غلطی تھی کہ دریا عبور کرتے ہوئے گھوڑے تبدیل کرنے والی بات تھی کہا جاتا ہے کہ جنرل ایوب اختر ملک کو ذاتی طور پر پسند نہ کرتے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھ کر انہیں ہیرو بنا دیا جائے ان کو یہ پوزیشن جنرل یحییٰ خان کو دینی تھی اس چکر میں ہندوستانی افواج کو وقت مل گیا اور وہ سنبھل گئے پاکستانی افواج و کشمیری مجاہدین پر اس اچانک تبدیلی پر اثر پڑا علاوہ جنرل یحییٰ خان عیاش طبع تھے اور وہ میدان جنگ میں 36 گھنٹے بعد پہنچے جبکہ ایک ایک منٹ قیمتی ترین ہوتا ہے۔''

(روزنامہ 'جناح' مورخہ 2/اکتوبر 2010ء)

میجر جنرل (ر) محمد شفیق کا بھرپور تجزیہ

جنگ ستمبر 1965ء کے حوالے سے ادارہ نوائے وقت نے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جس میں مختلف فوجی افسران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میجر جنرل (ر) محمد شفیق نے چھمب جوڑیاں آپریشن کے حوالے سے جو چشم کشا تجزیہ کیا وہ پڑھنے کے لائق ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

''پاکستانی افواج کا ہدف اکھنور پر قبضہ کرنا تھا جس کے لئے فوجی دستہ کی کمان جنرل اختر حسین ملک کر رہے تھے۔ یہ حملہ اتنا اچانک کیا گیا کہ ہندوستانی افواج اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ نکلیں اور اکھنور پر قبضہ کے امکانات روشن ہو گئے تھے۔ اگر اکھنور پر پاکستانی افواج کا قبضہ ہو جاتا تو ہندوستان (اپنی جنگی حکمت کے لحاظ سے) جنگ ہار چکا تھا۔ نہ وہ سیالکوٹ پر اپنی Main Forces یلغار کو عملی جامہ پہنا سکتا اور نہ کشمیر میں اپنے آپ کو اس قابل بنا سکتا کہ اپنا قبضہ جاری رکھ سکے۔ یہ ایک ایسا موقع تھا جس کو پاکستان فوج نے اپنی نااہلی سے گنوا دیا۔ ہوا یہ کہ جب جنرل اختر ملک کامیابی سے پیش قدمی کر رہے تھے اس وقت ان کو کمان سے ہٹا دیا گیا۔ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جو دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ کمان سے سبکدوش کرنا تو ہوتا رہتا ہے جس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں لیکن ایک ملٹری آپریشن جو کامیابی سے پراگریس کر رہا ہو اس کے دوران کمانڈر کو ہٹانا درست نہیں ہوتا۔ جو تحقیق میں نے اس بارے میں کی ہے اس سے میری ناقص رائے میں یہ بات واضح ہے کہ یہ ایک شدید تر غلطی تھی جس کی تفتیش ہونی چاہئے تھی اور جو لوگ اس غلطی میں ملوث تھے ان کو سزا ملنی چاہئے تھی۔ جب اس آپریشن کے دوران کمان بدلی تو اس کی پہلے تیاری نہیں کی گئی تھی۔ اس وجہ سے نئے کمانڈر جنرل یحییٰ خان کے آپریشن میں تین دن کی تاخیر ہوگئی۔ تین دن کی تاخیر

ہندوستانی فوج کے لئے ایک آسمانی تحفہ ثابت ہوا۔ وہ Panic سے سنبھل گئے اور دوبارہ دفاع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جنرل یحيٰی خان اکھنور نہ پہنچ سکے اور ہندوستان نے دفاع اکھنور مضبوط کرلیا۔‘‘

(نوائے وقت سنڈے میگزین 7 ستمبر 2003ء ص 17 کالم 1،2)

جنرل اختر ملک کا ایک تاریخی خط جو کئی گوشے عیاں کرتا ہے

خاکسار کو لیفٹیننٹ جنرل (ر) محمود کی کتاب History of Indo Pak War 1965 Published by Oxford University Press Landon میں شامل جنرل اختر حسین ملک کے ایک تاریخی خط کی فوٹوسٹیٹ محترم میجر (ر) عظمت ملک کی معرفت حاصل ہوئی ہے جسے مصنف کتاب نے ص 552-553 پر ایک اہم نوٹ کے ساتھ شامل کتاب کیا ہے۔ اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

کتاب History of Indo Pak War ’’1965 کے مصنف جنرل (ر) محمود نے اپنی کتاب کے ص 553-552 پر جنرل اختر حسین ملک کا 1965ء کی جنگ کے حوالے سے ایک تاریخی نوعیت کا خط اس فُٹ نوٹ کے ساتھ شائع کیا ہے:۔

(ترجمہ) یہ خط جنرل اختر ملک نے اپنے چھوٹے بھائی جنرل عبدالعلی ملک کو تحریر کیا تھا جو 1965ء کی جنگ کے دوران سیالکوٹ سیکٹر میں 24۔ بریگیڈ کے کمانڈر تھے۔ یہ خط جنرل اختر حسین ملک کے بڑے صاحبزادے میجر (ر) سعید اختر ملک کو جنرل عبدالعلی ملک کی وفات کے بعد ان کے کاغذات میں سے ملا تھا اور انہوں نے مصنف کتاب ہذا کو اس خط کی فوٹو کاپی مہیا کی ہے۔‘‘

جنرل اختر حسین ملک کا خط

(ترجمہ ملاحظہ فرمائیے)

مستقل ملٹری ڈپو

سفارت خانہ پاکستان

انقرہ

1967ء۔11-22

میرے پیارے بھائی!

امید ہے کہ آپ اور سب گھر والے بخیر و عافیت ہوں گے۔ آپ کے 14 نومبر 1967ء کے مکتوب کا شکریہ۔ آپ کے سوالات کے جواب درج ذیل ہیں:۔

a۔ ’’چھمب کے سرنگوں ہونے کے بعد آپریشن کے پہلے روز ہی عملی طور پر کمانڈ تبدیل ہوگئی تھی جب عظمت حیات نے میرے ساتھ وائرلیس کا رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ میں نے بذات خود ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اس کا ہیڈ کوارٹر تلاش کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ سہ پہر کو میں نے اپنے ایم۔ پی (M.P) آفیسر زگلزار اور واحد کو بھیجا کہ وہ کوششیں کر کے اس کا (عظمت حیات) کھوج لگائیں۔ لیکن وہ بھی ناکام لوٹے۔ اگلے روز میں نے اسے جا لیا۔ اور اسی نے سہمے اور گھبرائے ہوئے انداز میں مجھے مطلع کیا کہ وہ ’’یحيٰی کا بریگیڈ یر ہے‘‘ مجھے اس بات پر قطعاً کوئی شک نہ رہا کہ گزشتہ روز یحيٰی (جنرل یحيٰی مترجم) نے اس سے رابطہ کیا تھا اور اسے ہدایت دی تھی کہ وہ مجھ سے (جنرل اختر ملک سے۔ مترجم) مزید کوئی احکامات نہ لے حالانکہ ابھی کمانڈ میں باضابطہ تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ یہ بہت بڑی غداری تھی۔

b۔ میں نے باقاعدہ بحث کی اور پھر یحيٰی سے درخواست کی کہ اگر وہ کامیابی کی تحسین و تکریم چاہتا ہے تو وہ مجموعی طور پر کمانڈ سنبھال لے لیکن مجھے اپنے نائب کے طور پر اکھنور جانے دے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس نے اس سے بڑھ کر یہ کیا پورا پلان ہی تبدیل کر دیا۔ وہ اپنا سر قصبہ ٹروٹی (Troti) سے ٹکراتا رہا اور ہندوستانیوں کو اکھنور واپس لوٹ آنے کا موقع فراہم کر دیا۔ ہم جنگ کے پہلے روز ہی Initiative (سبقت والا اقدام) کھو بیٹھے اور اس کو دوبارہ کبھی حاصل نہ کر پائے بالآخر چونڈہ میں مرنے مارنے پر ڈٹ جانے کی کارروائی نے ہندوستانیوں کو صفیں چیر کر اندر گھس آنے سے باز رکھا۔

c۔ ایوب، موسیٰ یا یحيٰی نے کبھی بھی مجھے کمانڈ سے ہٹائے جانے کی وجہ نہیں بتائی۔ زیادہ سے زیادہ وہ سب شرمندہ نظر آتے تھے۔ میرا خیال ہے وجوہات اس وقت بیان کی جائیں گی جب میں اس دنیا سے جا چکا ہوں گا۔

d۔ جبرالٹر آپریشن شروع کرنے سے پہلے پاکستان کے طرفدار کشمیریوں کو آگاہ نہ کرنا کمانڈ کا فیصلہ تھا اور یہ فیصلہ میرا تھا۔ اس آپریشن کا مقصد کشمیر کے مسئلہ کو سرد خانے سے نکالنا۔ اسے اس کی دم توڑتی ہوئی حالت سے اٹھانا اور اسے دنیا کے نوٹس میں لانا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپریشن کا پہلا مرحلہ بے حد ضروری تھا یعنی سیز فائر لائن کے اس طرف ہزاروں کی Undetected infiltration (غیر منکشف دراندازی) کو عملاً کامیاب بنانا۔ میں کسی حالت میں اس چیز پر سمجھوتہ کرنے کو تیار نہ تھا۔ کیونکہ ایک بھی ڈبل ایجنٹ کے باعث یہ سارا آپریشن کارروائی سے پہلے ہی اپنی موت آپ مر جاتا۔

e۔ حاجی پیر میرے لئے زیادہ فکرمندی کا باعث نہیں بنا۔ جلد بعد آنے والے گرینڈ سلیم (Grand Slam) آپریشن کی وجہ سے ہندوستانیوں کا حاجی پیر میں جمع ہو جانا اکھنور کے بعد ہمارے لئے مددگار ہی ثابت ہوتا اور ان کو وہاں سے اپنے دستے باہر نکالنا پڑتے تاکہ وہ نئے خطرات کا سامنا کرسکیں اور اس کارروائی کے نتیجہ میں حاصل کردہ فوائد بلکہ ان سے بڑھ کر ہمارے حوالے کریں۔ درحقیقت یہ اکھنور کے سقوط کے بعد ہی ہونا تھا کہ ہم آپریشن جبرالٹر کی پوری پوری قیمت وصول کر پاتے مگر ایسا نہ ہو سکا!!!

f۔ بھٹو اس بات پر زور دیتے رہے کہ ان کے ذرائع نے انہیں یقین دہانی کرائی ہے کہ اگر ہم بین الاقوامی سرحد کی خلاف ورزی نہ کریں تو بھارت حملہ نہیں کرے گا۔ بہرحال مجھے یقین تھا کہ آپریشن جبرالٹر سے جنگ چھڑ جائے گی اور میں نے یہ بات جی۔ ایچ۔ کیو کو بتا دی تھی۔ مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کسی آپریشن انٹیلی جنس کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تو محض کامن سنیس کی بات تھی۔ اگر میں آپ کا گلا پکڑوں تو یہ امید کرنا میری حماقت ہوگی کہ اس کے بدلے میں آپ مجھے پیار کرنے لگیں گے۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ جنگ ضرور ہوگی اس لئے گرینڈ سلام کے لئے میرا پہلا انتخاب جموں کا ہدف تھا۔ وہاں سے ہم اپنی کامیابی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صورت حال کے تقاضے کے مطابق یا سامبا (Samba) کی طرف پیش قدمی کرتے یا خاص کشمیر کی جانب بہرصورت چاہے یہ جموں ہوتا یا اکھنور، اگر ہم اپنا ہدف حاصل کر لیتے تو میں نہیں سمجھتا کہ ہندوستانیوں کو سیالکوٹ پر حملہ کرنے کی کیسے ہمت ہوتی پیشتر اس کے کہ وہ ان دونوں شہروں کی خلاصی کرا لیتے۔

g۔ میں نے ایک کتاب لکھنے پر سنجیدگی سے غور کیا تھا لیکن اب اس خیال کو ترک کر دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ کتاب حقیقت کو آشکار کرتی اور یہ سچ اور اس کے متعلق ہر دلعزیز ردعمل میری خودی کو خوش کرتا۔ لیکن آخر کار یہ حب الوطنی کے منافی عمل ہوتا۔ یہ فوج کے حوصلے کو تباہ کر دیتا۔ لوگوں میں اس کی عظمت کو کم کر دیتا۔ یہ کتاب پاکستان میں ممنوع (Banned) قرار پاتی اور بھارتیوں کے لئے نصابی کتاب بن جاتی مجھے اس بات پر کوئی شک نہیں کہ بھارتی جنگ پینسٹھ کی سبکی کی وجہ سے ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گے اور اولین موقع پر اس کا بدلہ لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مشرقی پاکستان میں ہمیں ضرب لگائیں گے اور ہمیں اس صورت حال کے بچاؤ کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کرنے ہوں گے.......... مجھے امید ہے کہ جو کچھ آپ جاننا چاہتے تھے آپ کے لئے یہ اس کا خلاصہ ہے اور ہاں ایوب اس مہم میں پوری طرح شامل تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ انہی کا نتیجہ فکر تھا اور انہوں نے ہی مجھے حکم دیا تھا کہ جب جبرالٹر وغیرہ مہمات کی منصوبہ بندی ہو رہی ہو تو میں موسیٰ کو نظر انداز کر دوں۔ میں کمانڈر ان چیف (موسیٰ خان۔ ناقل) کی نسبت ایوب خان اور شیر بہادر کے ساتھ زیادہ رابطے میں تھا۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اچھا فوجی ذہن رکھنے کے باوجود فیلڈ مارشل (ایوب خان۔ ناقل) کا دل کمزوری کی طرف مائل تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ نازک صورت حال پیدا ہونے سے پہلے ہی ان کا دل ڈوبنے لگا..........‘‘۔

اختر ملک کی یاد میں

شفقت تھی بے مثال، قیادت میں فرد تھا
’’حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا‘‘

جنگاہ میں گیا تو بگولے تھے ہمرکاب
میدانِ چھمب توسنِ اختر کی گرد تھا

فطرت میں یوں تھا آتش و گل کا حسیں ملاپ
ہو بزم یا ہو رزم وہ دونوں میں فرد تھا

صد حیف کس جگہ پہ گرا تیرا خونِ گرم
اپنے وطن سے دور تجھے جس کا درد تھا

جنرل عبدالعلی ملک

’’آخری سلام‘‘

1965ء کی جنگ چھمب جوڑیاں کے محاذ پر لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک (ہلال جرأت) کی دلیرانہ معرکہ آرائی ہماری تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ پاکستان کے اس نامور سپاہی کا انتقال ترکی میں موٹر کے حادثے میں ہوا۔ ترک فوج کا ایک محترم جرنیل جب ان کا تابوت لے کر اسلام آباد پہنچا تو پاکستان آرمی کے (اس وقت کے) چیف آف سٹاف جنرل عبدالحمید خاں کے علاوہ جنرل اختر ملک کے سینکڑوں رفقائے صف (افسر، سردار اور جوان) ہزار ہا سوگواروں کے ہجوم میں ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ (ضمیر جعفری)

(1)

چمکتی ہوئی توپ گاڑی کے اوپر

جو تابوت ہے

چاند تارے کے پرچم میں لپٹا ہوا

اک جیالا جری، نام آور، دلاور، بہادر سپاہی

ابد کی خموشی میں کھویا ہوا

اپنی شفاف وردی میں سویا ہوا

(2)

صف بہ صف ہر طرف رفیقان صف

ایک پرچم تلے

ایک منزل کے راہی، وطن کے سپاہی

سلامی میں تولے ہوئے اپنی ’’رفلیں‘‘

سجائے ہوئے اپنے سینوں پہ تمغے

وہ تمغے کہ جن پر دمکتی رہے گی، ہماری کہانی۔ لہو کی زبانی

جگائے ہوئے دل میں یادوں کی شمعیں

ستاروں کے میلے

تجھے کہہ رہے ہیں سلام محبت

ترے ہم قدم۔ ہم عَلَم۔ ہم نشیں

یہ رفیقان صف، بزم اور رزم میں

تیری آواز کو

تیرے جینے کے مخصوص وممتاز، بھرپور، مسرور، آزاد بیباک انداز کو

جس کا ہر لحہ اک عرصہ معتبر

ایک پیہم طلب۔ اک مسلسل سفر

ہر قدم کارگر۔ ہر نظر بارور

بھول سکتے نہیں تیرے اسلوب کو، تیری آواز کو

تیرے جینے کے جی دار انداز کو

یہ رفیقان صف!

یہ ترے ہم قدم۔ ہم عَلَم۔ ہم نشیں!

(3)

ہر طرف لوگ ہیں

ایک مغموم انبوہ پیر و جواں

مرد و زن۔ ہم وطن!

دل فگار آئے ہیں

شہر و قصبات سے

دور نیلے اُفق کی لکیروں کے پیچھے، جہاں آسماں

خاکِ پاک وطن کی جبیں چومتا ہے

فلک جھلک کے لوح زمیں چومتا ہے

دھندلکے میں بکھرے ہوئے، ملگجے، نیم بیدار، معصوم دیہات سے

لوگ آئے ہیں اور سوگوار آئے ہیں

بیقرار آئے ہیں

ان میں کتنے ہی وہ لوگ ہیں جو تجھے فرد کے طور پر جانتے بھی نہیں

تیری صورت کو پہچانتے بھی نہیں

تیرا ایثار و کردار پرکھا تو تھا، اور سراہا بھی تھا

تجھ کو چاہا تو تھا۔ تجھ کو دیکھا نہ تھا

لیکن اک رشتہ روح و جاں میں بندھے

درد کے قافلے، اشکبار آ گئے

قلبِ خوں گشتہ وچشمِ تر لائے ہیں

اپنی روحوں کا غم، اپنی نمناک آنکھوں میں بھر لائے ہیں

(4)

سرد پیکر میں اب دل دھڑکتا نہیں

آگ جلتی نہیں، خون چلتا نہیں

جسم بے جان ہے

لیکن اے زندگی!

یہ وہ انسان ہے!

اک جیالا، جری، نام آور، دلاور، بہادر سپاہی

جو اپنے مقدس وطن، خطہ دل نشیں، کشور بہتریں کے لئے

اس زمیں پر بہشت بریں کے لئے

پاک پرچم تلے!

وادیوں، جنگلوں، پربتوں میں لڑا

جنگ اور امن کے زخم کھاتا رہا، موت کے سامنے مسکراتا رہا

تا کہ یہ شہر اور گاؤں بستے رہیں

پھول کھلتے رہیں، باغ لہکے رہیں، کھیت ہنستے رہیں

دُھوپ اُجلی منڈیروں سے لپٹی رہے

چاندنی آنگنوں میں اُترتی رہے

چھاؤں شاداب پیڑوں کی ٹھنڈی رہے

یہ حسیں، مہ جبیں، نازنیں وادیاں!

آرزوؤں، امنگوں کی شہزادیاں!

مسکراتی رہیں۔ گنگناتی رہیں!

(5)

آج وہ شیر دل، وہ نڈر مرد میدان۔ بے جان ہے

لیکن اے زندگی!

اس کا جسم اک علامت، اک عنوان ہے!

ایک ارمان ہے

ایک تہذیب ہے، ایک تاریخ ہے

یہ وہ انسان ہے،

مٹ کے جو اک امٹ روشنی بن گیا

مر کے جو اک امر زندگی ہو گیا

(ضمیر جعفری)

گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں
پاکستانی افراد، واقعات اور اشیاء کے ریکارڈز

دنیا کی سب سے بڑی وہیل

11 نومبر 1949ء کو کراچی کے نزدیک واقع جزیرے بابا آئی لینڈ سے ایک وہیل پکڑی گئی جو 41.5 فٹ لمبی 23 فٹ موٹی تھی۔ اس وہیل مچھلی کا وزن 15 اور 21 ٹن کے درمیان تھا۔ گینز بک آف ریکارڈ کے 1988ء کے ایڈیشن کے مطابق یہ آج تک دنیا میں پکڑی جانے والی سب سے بڑی وہیل تھی۔

گینز بک کے سرورق پر پاکستانی کی تصویر

گینز بک کے 1983ء کے ایڈیشن کے سرورق پر ایک عرصے تک دنیا کے قدآور ترین شخص ہونے کا اعزاز رکھنے والے عالم چنا کی تصویر شائع ہوئی۔ یہ واحد موقع تھا جب کسی پاکستانی کی تصویر گینز بک کے سرورق کی زینت بنی تھی۔

ہاشم خان

1958ء میں برٹش اوپن سکواش ٹورنامنٹ اپریل کے مہینے میں Lansdowne Club میں کھیلا گیا۔ اس کے فائنل میں ہاشم خان نے جو گزشتہ برس اس ٹورنامنٹ کے فائنل میں روشن خان سے شکست کھا گئے تھے، اپنے چھوٹے بھائی اعظم خان کو 9/7، 6/9، 9/6 اور 9/7 سے شکست دے کر برٹش اوپن جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔ یہ برٹش اوپن سکواش ٹورنامنٹ میں ان کی ساتویں کامیابی تھی جو کہ ایک نیا عالمی ریکارڈ تھا۔

ایک وقت میں سب سے زیادہ شمع جلانے کا ریکارڈ

31 دسمبر 2003ء کو فیصل آباد کے ایک ہوٹل میں 48 افراد نے 8154 شمعیں جلا کر ایک مشہور دوا ساز کمپنی کا لوگو بنایا۔ گینز بک کے مطابق یہ ایک وقت میں سب سے زیادہ شمعیں جلانے کا عالمی ریکارڈ ہے۔

جسٹس محمد الیاس

گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز نے اپنے 1991ء کے ایڈیشن میں پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک جج جسٹس محمد الیاس کا نام دنیا کے کم عمر ترین سول جج کی حیثیت سے اپنی کتاب کی زینت بنایا۔

عبدالستار ایدھی

2000ء میں گینز بک آف ریکارڈز نے پاکستان کے مشہور سماجی کارکن عبدالستار ایدھی کا نام اپنے صفحات کی زینت بنایا۔ عبدالستار ایدھی کا جو ریکارڈ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کی زینت بنا، وہ یہ تھا کہ وہ دنیا میں سب سے بڑی رضاکارانہ ایمبولینس سروس کے مالک ہیں۔ اس ریکارڈ میں بتایا گیا کہ عبدالستار ایدھی نے اپنی اس ایمبولینس سروس کا آغاز 1948ء میں کیا تھا۔ ابتداء میں ان کی خدمات صرف زخمیوں کو ہسپتال تک پہنچانے تک محدود تھیں مگر بعد میں ان کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ عبدالستار ایدھی کی نیک نامی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہیں اپنے فلاحی کاموں کے لئے 5 ملین ڈالر سالانہ امداد ملنے لگی جس میں حکومت کا حصہ کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔

عبدالستار ایدھی کی وائرلیس کے نام سے مربوط 500 ایمبولینسز کا نیٹ ورک پاکستان بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ عبدالستار ایدھی نے اپنے کاموں کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے 300 سے زائد ریلیف سنٹر قائم کئے۔ ان کی خدمت کے دائرے میں تین فضائی ایمبولینسز، 24 ہسپتال، ادویات کے تین ری ہیبلیٹیشن سنٹرز، خواتین کے مراکز، مفت ڈسپنسریاں، بچوں کی قبولیت اور پرورش کے پروگرام، ماہانہ ایک لاکھ افراد کو غذا فراہم کرنے کے لئے کچنز کا قیام، 17000 سے زائد نرسوں کی تربیت، میتوں کو لانے لے جانے اور ان کی تجہیز و تدفین کا انتظام بھی شامل ہے۔ عبدالستار ایدھی نے گزشتہ 45 برسوں میں ایک دن کے لئے بھی اپنے کاموں سے رخصت نہیں لی۔

حکیم ارشاد

17 اکتوبر 1987ء کو پاکستان کے ایک ماہر تعلیم حکیم سیدارشاد گجرات میں وفات پاگئے۔

حکیم سیدارشاد کی وجہ شہرت یہ ہے کہ انہوں نے 1947ء سے 1987ء کے دوران مختلف سماجی اور قومی مسائل پر سینکڑوں مراسلات، قومی اخبارات کے مدیران کے نام تحریر کئے جن میں سے 602 خطوط پاکستان ٹائمز اور دیگر اخبارات میں شائع ہوئے۔

گینز بک آف ریکارڈ نے اپنے 2001ء کے ایڈیشن میں انہیں دنیا میں سب سے زیادہ Letters to Editors لکھنے والا شخص قرار دیا۔ گینز بک نے یہ بھی بتایا 1963ء ایک ایسا سال تھا جب حکیم سیدارشاد کے 42 خطوط اخبارات میں شائع ہوئے تھے۔ حکیم سیدارشاد کے یہ تمام خطوط 5 جلدوں میں کتابی شکل میں بھی اشاعت پذیر ہوچکے ہیں۔ حکیم سیدارشاد 8 فروری 1908ء کو مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئے تھے اور وہ گجرات میں قبرستان متصل دربار سائیں کانواں والی میں آسودۂ خاک ہیں۔

نصرت فتح علی خان

2001ء میں گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز کے ایڈیشن میں پاکستان کے نامور قوال نصرت فتح علی خان کا ذکر بھی موجود تھا اور بتایا گیا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں قوالی کے 125 البم ریکارڈ کروائے جو قوالی کی ریکارڈنگ کا عالمی ریکارڈ ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ نصرت فتح علی خان نے ہالی وڈ کی دو مشہور فلموں The Last Temptation Christ اور Dead Man Walking کے ساؤنڈ ٹریک بھی ریکارڈ کروائے تھے اور ان میں گائیکی کا مظاہرہ بھی کیا تھا۔

فیصل مسجد اسلام آباد

دسمبر 1991ء میں گینز بک آف ریکارڈز کا 1992ء کا ایڈیشن منظر عام پر آیا، جس میں فیصل مسجد، اسلام آباد کو دنیا کی سب سے بڑی مسجد تسلیم کئے جانے کا اعلان کیا گیا۔

گینز بک کے مطابق فیصل مسجد کا کل رقبہ 46.87 ایکڑ ہے، جس میں سے مسجد کے اندرونی ہال کا رقبہ 1.19 ایکڑ ہے۔ اس ہال میں ایک لاکھ اور ہال سے باہر اور صحن اور میدان میں مزید 2 لاکھ نمازی بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں۔ فیصل مسجد کا ڈیزائن ترکی کے مشہور آرکیٹیکٹ ویدت دلوکے نے تیار کیا تھا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو

1991ء میں دنیا بھر کے ریکارڈز کے حوالے سے معتبر ترین کتاب گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز میں پاکستان کی سابق وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کا ذکر بھی موجود تھا اور وہ اس حوالے سے کہ جب وہ 2 دسمبر 1988ء کو پاکستان کی وزیراعظم بنیں تو اس وقت ان کی عمر 35 سال 5 ماہ 10 دن تھی اور یوں انہیں دنیا کی سب سے کم عمر خاتون وزیراعظم بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

گینز بک کے 1994ء کے ایڈیشن میں محترمہ بے نظیر بھٹو کے حوالے سے ایک اور ریکارڈ شامل ہوا، جس میں بتایا گیا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے 1988ء کے عام انتخابات میں اپنے حلقہ نیابت (این اے 166 لاڑکانہ 3) میں کل ڈالے گئے ووٹوں کے 96.71 فیصد ووٹ حاصل کئے تھے۔ جو دنیا بھر میں کسی بھی عام انتخابات میں تناسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ ووٹ تھے۔ 1994ء میں جب گینز بک میں محترمہ بے نظیر بھٹو کا یہ ریکارڈ شائع ہوا، اس وقت تک خود محترمہ بے نظیر بھٹو 1990ء کے عام انتخابات میں اسی حلقہ نیابت سے 98.48 فیصد ووٹ حاصل کرکے اپنا ہی ریکارڈ توڑ چکی تھیں۔ گینز بک کے مرتبین کی توجہ جب اس جانب دلائی گئی، تو انہوں نے اپنے 1996ء کے ایڈیشن میں محترمہ بے نظیر بھٹو کا یہ نیا ریکارڈ شامل کیا۔ مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دونوں انتخابات میں بے نظیر بھٹو کے حاصل کردہ ووٹوں کا تناسب میر احمد نواز بگٹی کے ان حاصل کردہ ووٹوں کے تناسب (98.75 فیصد) سے پھر بھی کم تھا جو میر احمد نواز بگٹی نے اپنی حلقہ نیابت میں 1985ء کے عام انتخابات میں حاصل کئے تھے۔

کان کے ذریعے سب سے زیادہ وزن اٹھانے کا عالمی ریکارڈ

26 مئی 2004ء کو پاکستان کے ایک شہری ظفر گل نے لاہور میں اپنے کان سے بندھے ہوئے ایک کلیمپ کے ذریعے 51.7 کلوگرام (113 پاؤنڈ 15 اونس) وزن اٹھانے کا مظاہرہ کیا۔ یہ مظاہرہ سات سیکنڈ تک جاری رہا۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز (2006ء ایڈیشن) کے مطابق یہ دنیا میں کان کے ذریعے اٹھائے جانے والے سب سے زیادہ وزن کا عالمی ریکارڈ ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا تالا

جنوری 2003ء میں جب گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کا نیا ایڈیشن اشاعت پذیر ہوا تو اس میں گوجرانوالہ (پاکستان) میں مقیم ایک کاریگر شیخ ظفر اقبال کا ذکر بھی موجود تھا جو دنیا کے سب سے بڑے تالے (سیکیورٹی لاک) کے مالک تھے۔ سٹیل سے بنے ہوئے اس تالے کی پیمائش 67.3x39.6x12 سینٹی میٹر (26.5x15.6x4.9 انچ) تھی اور اس کا وزن 96.3 کلوگرام (12.3 پونڈ) تھا۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ تالا شیخ ظفر اقبال ہی نے بنایا تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تالا 1955ء میں شیخ ظفر اقبال کے والد شیخ محمد رفیق (وفات 1987ء) نے 3 سال کی محنت سے تیار کیا تھا۔

شعیب اختر

22 فروری 2003ء کو عالمی کپ کرکٹ ٹورنامنٹ کے ایک میچ میں جو انگلستان کے خلاف کھیلا جارہا تھا پاکستان کے شعیب اختر نے اپنے دوسرے اوور میں نک نائٹ کو 161.3 کلومیٹر فی گھنٹہ (100.23 میل فی گھنٹہ) کی رفتار سے باؤلنگ کروا کر دنیا میں سب سے تیز رفتار باؤلر ہونے کا اعزاز حاصل کرلیا۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ 2005ء کے مطابق یہ دنیا کی تیز ترین باؤلنگ تھی۔ اس سے قبل اپریل 2002ء میں شعیب اختر نے لاہور میں نیوزی لینڈ کے خلاف 161.5 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے

موئن جودڑو کا مکمل منظر (پاکستان پوسٹ کا پہلا منظر کشی پر مشتمل ٹکٹوں کا سیٹ) 29 فروری 1975ء

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر پاکستان پوسٹ کی طرف سے جاری ہونے والے ڈاک ٹکٹ 10 نومبر 1980ء

دوسری اسلامک سمٹ کے موقع پر جاری ہونے والے ڈاک ٹکٹ 2 فروری 1974ء

روشن ہیں ترے واسطے مہتاب و مہر بھی
تارے بھی ترے واسطے روشن ہیں قمر بھی

دنیا کے نظاروں میں حسیں تیرا نظارا
تو پاک وطن پاک وطن پاک ہمارا

پاکستان کے خوبصورت شہر

اسلام آباد

لاہور

کراچی

فیصل آباد

مظفرآباد

کوئٹہ

اٹک
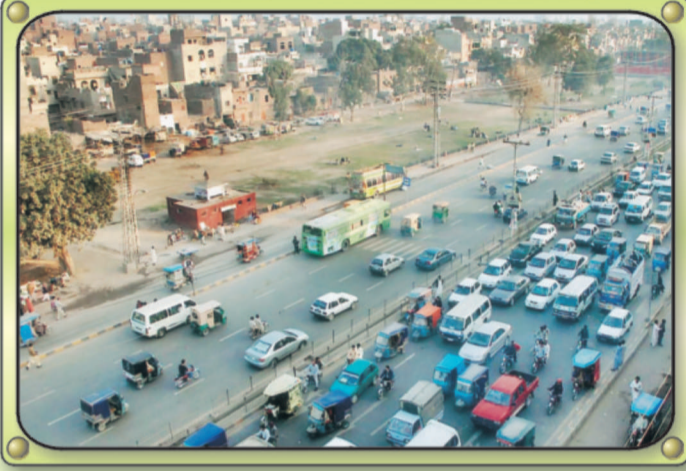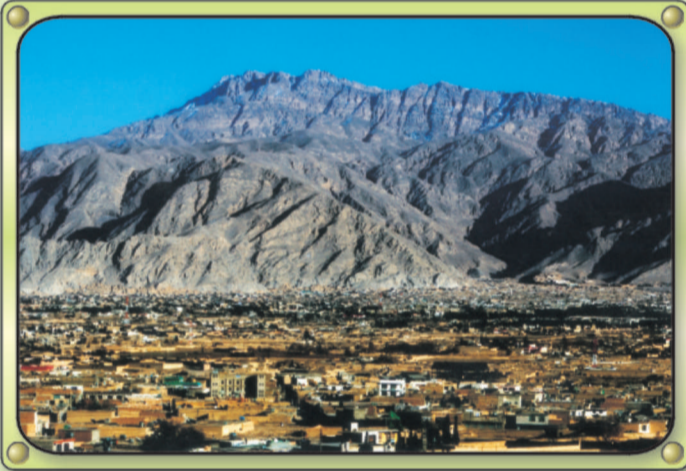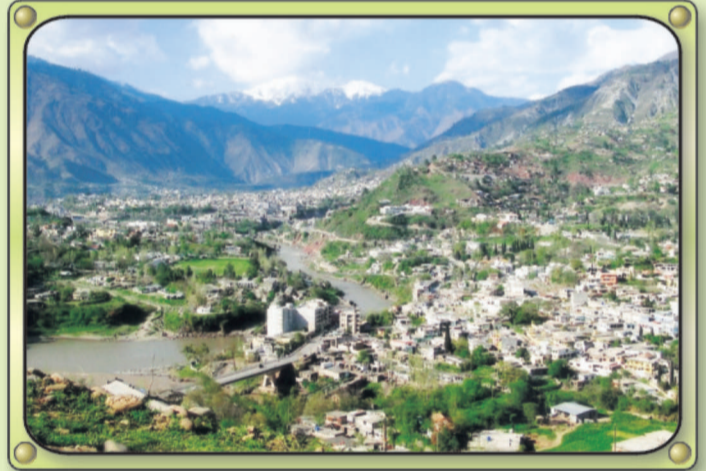
زیارت

خوشبو سے معطر ہیں سدا اس کی ہوائیں
گل رنگ ہیں گل برگ ہیں گل ریز فضائیں
ہر ذرہ مری دھرتی کا پھولوں سے حسیں ہے
ہر قریہ میرے دیس کی عظمت کا امیں ہے

گیند کروائی تھی لیکن آئی سی سی نے پاکستان کی سپیڈ گن کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ورلڈ کپ کے دوران جو سپیڈ گن استعمال ہو رہی تھی وہ آئی سی سی سے تسلیم شدہ تھی اس لئے اس مرتبہ آئی سی سی کو شعیب اختر کو دنیا کا سب سے تیز رفتار باؤلر تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوا۔

قرآن مجید کا سب سے چھوٹا نسخہ

22 اکتوبر 2004ء کو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز کے منتظمین نے اعلان کیا کہ انہوں نے جدہ میں مقیم ایک پاکستانی ڈاکٹر، ڈاکٹر محمد سعید فضل کریم بیبانی کا یہ دعویٰ تسلیم کر لیا ہے کہ وہ دنیا میں قرآن مجید کے سب سے چھوٹے نسخے کے مالک ہیں۔

ڈاکٹر محمد سعید فضل کریم بیبانی قرآن پاک کے جس نسخے کے مالک ہیں وہ 1.70 سینٹی میٹر لمبا، 1.28 سینٹی میٹر چوڑا اور 0.72 سینٹی میٹر موٹا ہے۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ 1292ھ (1875ء) میں شائع ہوا تھا۔ یہ مغربی خط میں تحریر کیا گیا ہے جو مراکش اور تیونس میں رائج ہے۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ علی عثمان نے تحریر کیا تھا اور اسے قاہرہ (مصر) سے شائع کیا گیا تھا۔ اس نسخے میں 571 صفحات ہیں جنہیں محدب عدسے کی مدد سے پڑھا جاسکتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا ٹی بیگ

22 جون 2002ء کو کراچی میں ایک برانڈ کی چائے کا ایک 10 فٹ 5 انچ لمبا اور 7 فٹ 3 انچ چوڑا ٹی بیگ تیار کیا گیا جس کا وزن 8.9 کلوگرام تھا۔ اس ٹی بیگ کے دھاگے کی لمبائی 14 فٹ تھی یہ ٹی بیگ اصل فلٹر پیپر سے تیار کیا گیا تھا اور اس میں 7 کلوگرام چائے کی پتی موجود تھی۔ اس ٹی بیگ سے چائے کی ساڑھے تین ہزار پیالیاں تیار ہوئی تھیں۔ 2004ء میں گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ نے اس ٹی بیگ کو دنیا کا سب سے بڑا ٹی بیگ تسلیم کرنے کا اعلان کیا، جو غالباً آج بھی ایک ریکارڈ ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی فٹبال

11 نومبر 2006ء کو دوحا بینک قطر نے دوحا میں منعقد ہونے والے ایشیائی کھیلوں کے موقع پر دنیا کی سب سے بڑی فٹبال کی نمائش کا آغاز کیا۔ یہ فٹبال ایک پاکستانی ادارے نے تیار کروائی تھی۔ اس فٹبال کا قطر 29.77 فٹ، محیط 94.28 فٹ، حجم 15838 کیوبک فٹ اور ہوا بھرے جانے کے بعد وزن 950 کلوگرام ہے۔ اس فٹبال کی تیاری میں وہی پی وی سی آرٹیفشل لیدر استعمال کیا گیا تھا جو ریگولر فٹبال کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ فٹبال 50 سے 60 کاریگروں نے تیار کیا اور اس میں جو ٹانکے لگائے گئے ان کی تعداد 20610 تھی۔

اس موقع پر گینز بک کی ریکارڈ منیجر ایلسیڈ ہا ٹینی میروف بھی موجود تھیں۔ جنہوں نے تصدیق کی کہ دوحا بینک کی جانب سے نمائش کی جانے والی اور پاکستان میں تیار ہونے والی یہ فٹبال دنیا کی سب سے بڑی فٹبال ہے۔ انہوں نے بینک کے حکام کو گینز بک کی ادارے کی جانب سے ایک سرٹیفکیٹ بھی پیش کیا۔ دنیا کی سب سے بڑی فٹبال کا یہ ریکارڈ 23 اگست 2007ء کو سوڈان میں تیار ہونے والی ایک فٹبال نے توڑ دیا جس کا قطر 34 فٹ 7 انچ (10.54 میٹر) تھا۔

دنیا کی سب سے وزنی پتھری

24 جون 2008ء کو چانڈکا میڈیکل کالج ہسپتال لاڑکانہ کے نیفرو یورولوجی ڈیپارٹمنٹ میں کئے گئے ایک آپریشن میں وزیر محمد جاگیرانی نامی ایک مریض کے گردے سے 620 گرام (21.87 اونس) وزنی پتھری نکالی گئی۔ یہ آپریشن ڈاکٹر جی شبیر عمران اکبر اربانی اور ڈاکٹر ملک حسین جلبانی نے انجام دیا تھا۔

گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز (2010ء) کے مطابق یہ کسی مریض کے گردے سے نکالی جانے والی دنیا کی سب سے وزنی پتھری ہے۔

جہانگیر خان اور جان شیر خان کے عالمی ریکارڈ

پاکستان کے سکواش کے عظیم کھلاڑیوں جہانگیر خان اور جان شیر خان نے سکواش کے میدان میں جو ریکارڈ قائم کئے وہ گینز بک کے متعدد ایڈیشنوں کی زینت بن چکے ہیں۔

جہانگیر خان 5 سال تک ناقابل شکست رہنے، 10 مرتبہ برٹش اوپن سکواش چیمپئن شپ جیتنے اور دنیا کے سب سے کم عمر ورلڈ اوپن سکواش چیمپئن ہونے کا ریکارڈ رکھتے ہیں، جبکہ جان شیر خان نے 8 مرتبہ ورلڈ اوپن سکواش چیمپئن شپ جیت کر یہ اعزاز سب سے زیادہ مرتبہ حاصل کرنے کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ جہانگیر خان اور جان شیر خان کے یہ ریکارڈ ابھی تک ناقابل تسخیر ہیں۔

ایک دن میں سب سے زیادہ پودے لگانے کا عالمی ریکارڈ

15 جولائی 2009ء کو پاکستان میں ضلع ٹھٹھہ کی ساحلی پٹی پر قائم تاریخی شہر کیٹی بندر کے ساحل پر ایک دن میں تمر کے 5 لاکھ 41 ہزار 176 پودے لگا کر ایک نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا گیا۔ شجرکاری کی اس مہم کا اہتمام وفاقی وزارت ماحولیات نے کیا تھا۔ اس مہم میں 400 تربیت یافتہ مقامی رضا کاروں نے حصہ لیا۔ ایک دن میں سب سے زیادہ پودے لگائے جانے کا عالمی ریکارڈ اس سے قبل بھارت کے پاس تھا جہاں جون 2009ء میں ایک دن میں 4 لاکھ 47 ہزار 874 پودے لگائے گئے تھے۔

عمر گل کا ریکارڈ

گینز بک آف ریکارڈز کے 2011ء کے ایڈیشن میں پاکستان کے کھلاڑی عمر گل کا نام بھی شامل کیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ اعزاز ٹی 20 طرز کی کرکٹ کی کارکردگی کی بنیاد پر حاصل کیا ہے۔

عمر گل کا جو ریکارڈ گینز بک کی زینت بنا وہ یہ ہے کہ انہوں نے 2007ء سے 2010ء کے دوران ٹی 20 طرز کی کرکٹ میں مجموعی طور پر 43 وکٹیں حاصل کیں۔ انہوں نے اوسطاً ہر 13 گیندوں کے بعد ایک کھلاڑی کو آؤٹ کیا۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ عمر گل خود بھی اپنا یہ ریکارڈ 47 وکٹیں حاصل کر کے بہتر بنا چکے ہیں جبکہ ٹی 20 میں سب سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنے کا ریکارڈ اب شاہد آفریدی کے پاس ہے جنہوں نے مجموعی طور 53 وکٹیں حاصل کی ہیں۔

محمد عالم چنا

1981ء میں گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز نے پاکستان کے محمد عالم چنا کو دنیا کا سب سے طویل القامت شخص تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔ محمد عالم چنا 1956ء میں سندھ کے تاریخی شہر سیہون کے گاؤں بچل چنا میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے ان کا قد عام انسانوں کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر بڑھتا رہا۔ ان کے تمام، گیارہ بہن بھائیوں کا قد نارمل تھا۔ 1981ء میں جب دنیا کے سب سے طویل القامت شخص ڈان کوہلر کی وفات ہوئی تو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز کے مرتبین نے انہیں دنیا کا سب سے طویل القامت شخص تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔ اس وقت ان کا قد 8 فٹ 2.5 انچ بتایا گیا تھا۔ 1985ء میں گینز بک کے مرتبین نے اعلان کیا کہ محمد عالم چنا کا اصل قد 7 فٹ 9.1 انچ ہے اور یوں محمد عالم چنا سے دنیا کا سب سے طویل القامت شخص ہونے کا اعزاز چھن گیا اور یہ اعزاز موزمبیق کے جبریل مونجانے اور لیبیا کے سلیمان علی نشنش کے پاس چلا گیا، جن کا قد اس وقت 8 فٹ 0.4 انچ تھے۔ 1990ء میں ان دونوں شخصیات کی یکے بعد دیگرے وفات کے بعد گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مرتبین نے اپنے 1991ء کے ایڈیشن میں محمد عالم چنا کو ایک مرتبہ پھر دنیا کا سب سے طویل القامت شخص تسلیم کر لیا۔ محمد عالم چنا نے امریکہ، فرانس، کینیڈا، جاپان، متحدہ عرب امارات سمیت دنیا کے 100 سے زائد ممالک کا دورہ کیا۔ ان میں سے بیشتر ممالک نے انہیں اپنے ملک کی شہریت دینے کی پیشکش کی، جسے انہوں نے پاکستان کی محبت کے باعث ٹھکرا دیا۔ ان کو دنیا بھر سے 300 سے زیادہ ایوارڈز اور اعزازات عطا ہوئے تھے۔ 1998ء میں جب وہ گردوں کی خرابی کے باعث شدید بیمار پڑے تو وزیر اعظم نواز شریف کی ہدایت پر انہیں علاج کے لئے امریکہ لے جایا گیا، مگر وہ جانبر نہ ہو سکے اور 2 جولائی 1998ء کو نیویارک کے ایک ہسپتال میں وفات پا گئے۔ ان کی میت کو پاکستان لایا گیا۔ وہ سیہون شریف میں حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے مزار کے احاطے میں آسودۂ خاک ہیں۔

دنیا کا سب سے بڑا کُرتا

3 جنوری 2008ء کو کراچی میں دنیا کے سب سے بڑے کُرتے کی نمائش کا آغاز ہوا۔ اس کُرتے کی لمبائی 101 فٹ اور چوڑائی 59 فٹ 3 انچ تھی، جبکہ آستین کی طوالت 57 فٹ تھی۔ اس کُرتے کو دیپل پروانی نے ڈیزائن کیا اور اس کی سلائی کے لئے 800 گز کپڑا فراہم کیا گیا تھا۔ 4 فروری 2008ء کو گینز بک نے اسے دنیا کا سب سے بڑا کرتا تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ ریکارڈ گینز بک کے 2010ء کے ایڈیشن میں شامل کیا گیا۔

(سنڈے ایکسپریس 27 فروری 2011ء)

یومِ پاکستان

چاند چمکے گا، ستارے جھلملاتے جائیں گے
زندگی کے سب مناظر جگمگاتے جائیں گے
ذہن پر چھایا رہے گا ایک کیفِ سرمدی
دل کی دنیا کے مغنی گیت گاتے جائیں گے

تیرے ہر ذرّہ پہ ٹپکاتے رہیں گے خُونِ دل
چپے چپے پر وفا کی داستاں دہرائیں گے
تیرے پہلو سے ابھاریں گے فروغِ نور و نار
تیرے ماتھے کی ضیاء سے مہر و ماہ شرمائیں گے
تیری محفل سے اٹھے گی اک صدائے حُریت
لوگ ہر جورو ستم سے رُستگاری پائیں گے
امتیاز خواجہ و درویش مٹتا جائے گا
تیرے باسی خدمتِ انسان کو اپنائیں گے
ہر عدو کی شرم سے آنکھیں نہ اُٹھنے پائیں گی
اس طرح خلق کریمانہ سے ہم پیش آئیں گے
اور اگر دیکھا کسی نے ہم کو میلی آنکھ سے
جنگجو ہیں، ہم بفضل ایزدی لڑ جائیں گے

جستجوئے امنِ عالم ہے ہماری زندگی
ہم لگا دیں گے اسی مقصد میں ساری زندگی
اہلِ پاکستان ہیں ہم خیر خواہِ جنّ و انس
پیار میں پیاروں کے کٹ جائے گی پیاری زندگی

نسیم سیفی

تاریخ پاکستان کے اہم واقعات اور شخصیات

قومی ترانہ۔ قومی پرچم۔ عجائب گھر۔ ریڈیو اور شہداء

مرسلہ: مکرم غلام مصطفیٰ تبسم صاحب

پاکستان کا قومی ترانہ

قیام پاکستان کے وقت پاکستان کا قومی پرچم تو موجود تھا۔لیکن اس نئی مملکت کا قومی ترانہ تیار ہونے کا مرحلہ ابھی باقی تھا۔14؍اگست 1947ءکو پرچم کشائی کے موقع پر ایک قومی گیت کی دھن بجائی گئی تھی لیکن اس گیت کو ترانے کا درجہ نہیں دیا گیا تھا۔

دسمبر 1948ء میں حکومت پاکستان نے وزیر مواصلات سردار عبدالرب نشتر کی سربراہی میں 8رکنی قومی ترانہ کمیٹی تشکیل دی۔

اس کمیٹی کا پہلا اجلاس یکم مارچ 1949ءکو کراچی میں منعقد ہوا۔ بعد میں کمیٹی کو دو ذیلی کمیٹیوں میں تقسیم کیا گیا تا کہ وہ الفاظ اور موسیقی کے سلسلے میں موصولہ نمونوں کا جائزہ لے۔اس کمیٹی کو دنیا کے مختلف حصوں سے الفاظ اور دھنیں موصول ہوئیں لیکن ان میں سے کوئی بھی دھن یا نغمہ معیار پر پورا نہ اتر سکا۔

قومی ترانے کی ذیلی کمیٹی برائے موسیقی کے ایک رکن احمد غلام علی چاگلہ تھے۔ وہ خود بھی ایک اچھے موسیقار تھے اور تقسیم سے پہلے ایک فلم کی موسیقی بھی ترتیب دے چکے تھے۔ جب ان سے قومی ترانے کی موسیقی ترتیب دینے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے اسے اپنے لئے باعث اعزاز سمجھا اور انہوں نے پاکستان کے قومی ترانے کے لئے ایک پرشکوہ دھن ترتیب دے ڈالی۔

اس دھن میں انہوں نے کل 21 آلات موسیقی اور 38 ساز استعمال کئے۔اس دھن کا دورانیہ 80 سیکنڈ تھا اور اسے پاکستان زندہ باد کا نام دیا گیا۔

یکم مارچ 1948ء کو جب ایران کے سربراہ مملکت پاکستان تشریف لائے تو ان کی آمد میں پاک بحریہ کے بینڈ نے اس ترانے کی دھن بجائی۔5 جنوری 1954ءکو مرکزی کابینہ نے اس دھن کو سرکاری طور پر قومی ترانہ قرار دے دیا۔

اب اگلا مرحلہ اس دھن کے حوالے سے الفاظ کا چناؤ تھا۔ چنانچہ ملک کے تمام مقتدر شعرائے کرام کو اس ترانے کے گراموفون ریکارڈز بھجوائے گئے۔ جواباً قومی ترانہ کمیٹی کو مجموعی طور پر 723 ترانے موصول ہوئے۔

ان قومی ترانوں میں سے قومی ترانہ کمیٹی کو جو ترانے سب سے زیادہ پسند آئے وہ حفیظ جالندھری حکیم احمد شجاع، آرزو لکھنوی اور زیڈ اے بخاری کے لکھے ہوئے ترانے تھے۔

7؍اگست 1954ءکو قومی ترانہ کمیٹی نے ابوالاثر حفیظ جالندھری کا ترانہ پاکستان کے قومی ترانے کے طور پر منظور کر لیا اور 6 دن بعد 13؍اگست 1955ءکو حکومت نے قومی ترانے کے الفاظ کا کاپی رائٹ خرید لیا تا کہ اس میں غلطی ہونے کا کوئی امکان نہ رہے۔

پاکستان کا قومی ترانہ شاعری کی صنف مخمس میں لکھا گیا ہے۔اس ترانے میں کل 3 بند ہیں اور ہر بند میں 5،5 مصرعے ہیں اس ترانے میں کل 209 الفاظ ہیں۔ترانے کے ہر بند کا آغاز پاکستان کے پہلے حرف سے ہوتا ہے جبکہ اس ترانے میں لفظ پاکستان فقط ایک مرتبہ آتا ہے۔

پاکستان کا قومی ترانہ دنیا کے خوبصورت ترانوں میں ایک اہم خوبصورت اضافہ ہے۔

پاکستان کا پرچم

اس پرچم کی تاریخ 30 دسمبر 1906ء سے شروع ہوتی ہے۔ جب ڈھاکہ میں مسلمانان ہند کی ایک سیاسی تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اور ایک سبز پرچم، جس پر چاند اور تارہ بنا ہوا تھا، اس تنظیم کا پرچم قرار پایا۔

3 جون 1947ء کو جب ہندوستان کی تقسیم کا اعلان ہوا تو قائداعظم نے پاکستان کے قومی پرچم کے لئے رفقائے کار سے مشورہ کرنا شروع کیا۔ ادھر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم سے اصرار کیا کہ وہ دیگر برطانوی نو آبادیوں کی طرح پاکستان کے پرچم میں پانچواں حصہ ’’یونین جیک کے لئے مخصوص کر دیں، مگر قائداعظم نے اس طوق غلامی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے ساتھیوں کے سامنے مسلم لیگ کے پرچم کو پاکستان کا قومی پرچم بنانے کی تجویز پیش کی۔سبھی نے اس تجویز کو پسند کیا۔ تاہم اس تجویز میں اتنا اضافہ کیا گیا کہ پرچم میں اقلیتوں کی نمائندگی کے لئے سفید رنگ بھی شامل کر لیا جائے۔

قائداعظم نے نئے پرچم کی ڈیزائننگ کا کام پاکستان بحریہ کے سپرد کیا اور کئی ڈیزائن بننے کے بعد وہ ڈیزائن منظور کیا گیا جو آج ہمارے قومی پرچم کا ڈیزائن ہے۔ قائد ملت خاں لیاقت علی خاں نے یہ پرچم 11؍اگست 1947ءکو کراچی میں مجلس قانون ساز کے اجلاس میں پیش کیا اور کہا کہ یہ پرچم ان لوگوں کی آزادی و حریت اور مساوات کا ضامن ہے جو اس سے وفاداری کا عہد کرتے ہیں۔ اور یہ پرچم شہریوں کے جائز حقوق کی حفاظت کرے گا۔

اسی دن مرکزی قانون ساز اسمبلی نے پاکستان کے قومی پرچم کو سرکاری طور پر منظور کر لیا۔

پاکستان کا قومی پرچم مستطیل شکل کا ہے۔ اس کے طول اور عرض میں تین اور دو کا تناسب ہے۔ پرچم کا ایک چوتھائی حصہ سفید رنگ پر اور تین چوتھائی حصہ سبز رنگ پر مشتمل ہے۔سفید رنگ اقلیتوں کی اور سبز رنگ اسلام کی نمائندگی کرتا ہے۔سبز رنگ کے حصے پر ایک ہلال اور ایک ستارہ بنا ہوا ہے۔ یہ ہلال 45 درجے کے زاویئے پر جھکا ہوا ہے۔

پاکستان کے پہلے ڈاک ٹکٹ

14؍اگست 1947ءکو دنیا کے نقشے پر ایک نئی آزاد مملکت پاکستان کا اضافہ ہوا اس مملکت خداداد کو اپنی آزادی کے دن سے ہی گوناگوں مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ جن میں سے ایک مسئلہ یہ تھا کہ نہ تو اس مملکت کا کوئی سکہ تھا، نہ کرنسی نوٹ تھا اور نہ ہی کوئی ڈاک ٹکٹ یا پوسٹل سٹیشنری تھی۔

ڈاک ٹکٹوں کے سلسلہ میں شروع شروع میں تو وہی ڈاک ٹکٹ، پاکستان میں بھی رائج رہے جن پر جارج ششم کی تصویر بنی تھی اور جو آزادی کے وقت ہندوستان میں رائج تھے۔ پھر یکم اکتوبر 1948ءکو انہی ڈاک ٹکٹوں پر پاکستان کا لفظ بالا چھاپ کر انہیں پاکستان کے ڈاک ٹکٹوں کی حیثیت دے دی گئی۔

ادھر پاکستان کا محکمہ ڈاک اس کوشش میں مصروف رہا کہ جلد از جلد پاکستان کے اپنے ڈاک ٹکٹ جاری کر دیئے جائیں۔اس سلسلہ میں اس نے پاکستان کی وزارت اطلاعات ونشریات و داخلہ کے محکمے، محکمہ فلم واشتہاریات سے رجوع کیا۔محکمہ نے محکمہ ڈاک کی اس درخواست کی بڑی پذیرائی کی اور محکمہ کے نگران جناب ارشد حسین کی ہدایت پر محکمہ کے دو آرٹسٹ جناب عبداللطیف اور جناب رشیدالدین نے ڈیڑھ آنہ ڈھائی آنہ اور تین آنہ مالیت کے تین ٹکٹ ڈیزائن کر دیئے۔ان ٹکٹوں پر علی الترتیب پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی، کراچی ایئر پورٹ اور شاہی قلعہ کی تصاویر بنی تھیں اور پاکستان زندہ باد کے الفاظ تحریر تھے۔

تین ڈاک ٹکٹوں کا یہ سیٹ، ایک چوتھے ڈاک ٹکٹ کے ساتھ، جو مصور مشرق عبدالرحمٰن چغتائی نے ڈیزائن کیا تھا 9 جولائی 1948ءکو جاری کیا گیا۔اسی دن ایک رنگین اور خوبصورت پمفلٹ بھی جاری کیا گیا تھا اور اس میں پاکستان کے محکمہ ڈاک کے عزائم اور ارادوں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

یوں 9 جولائی 1948ءکو پاکستان کے محکمہ ڈاک نے اپنے ایک سفر کا آغاز کیا۔ جو آج بھی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جاری ہے۔

مہاجرین کا پہلا قافلہ

1947ء میں پاکستان کے قیام کے نتیجے میں جو سب سے بڑا مسئلہ سامنے آیا۔ وہ ہندوستانی علاقے میں موجود مسلمانوں کی پاکستان ہجرت کا مسئلہ تھا۔ ہندو اور سکھوں نے قیام پاکستان کے اعلان کے بعد سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا اور لاکھوں مسلمانوں کو اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہونا پڑا۔

1947ء کے وقت مشرقی پنجاب میں 80 فیصد لوگ دیہات میں آباد تھے اور اس آبادی کا ذریعہ معاش زراعت تھا۔ زیادہ تر لوگ چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی کے مالک تھے۔ چند ایک زمینداریاں تھیں۔ مشرقی پنجاب کے بعض علاقے صنعتی اعتبار سے بھی بہت ترقی یافتہ تھے اور زیادہ تر صنعت کار مسلمان تھے۔

دونوں حکومتیں پنجاب کی تقسیم اور تبادلۂ آبادی کی سکیم کو تسلیم کر چکی تھی۔ لیکن سکیم پر عملدرآمد ایک بہت مشکل مرحلہ تھا۔ پاکستان کے راستے میں پہلی مشکل یہ تھی کہ مسلمان فوج کی اکثر رجمنٹیں اور کمپنیاں دوسری جنگ عظیم سے واپس نہ آئی تھیں۔تقریباً 82 لاکھ مسلمانوں کا انخلاء تاریخ میں اپنی مثال آپ تھا۔سپین سے مسلمان نکالے گئے تھے تو ان کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ جرمنی اور دیگر یورپی علاقوں کے یہودی پناہ گیر ستر ہزار سے زیادہ نہ تھے، فلسطین کے عرب مہاجر بھی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہ تھے لیکن یہ تقریباً ایک کروڑ انسانوں کی ہجرت کا سوال تھا۔ جن پر قدم قدم پر حملے ہو رہے تھے۔

1951ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں مہاجرین کی تعداد بہتر لاکھ چھبیس ہزار پانچ سو چورانوے تھی جس میں پینسٹھ لاکھ ستائیس ہزار پانچ سو پانچ مہاجرین مغربی پاکستان اور باقی مشرقی پاکستان میں آباد ہوئے 1956ء میں مہاجرین کی مجموعی تعداد 84 لاکھ تھی۔

10؍اگست 1947ء اس اعتبار سے ایک اہم تاریخ ہے کہ اس دن مشرقی پنجاب سے پانچ ہزار مہاجرین پر مشتمل پہلا قافلہ لاہور پہنچا تھا۔

میجر طفیل محمد شہید

(نشان حیدر)

پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز نشان حیدر

گوندل بینکویٹ ہال اینڈ موبائل کیٹرنگ
نئے ذوق اور جدت کے ساتھ
خوبصورت انٹیرئیر ڈیکوریشن اور لذیذ کھانوں کی لامحدود ورائٹی زبردست ائیر کنڈیشننگ
047-6212758,0300-7709458
0300-7704354,0301-7979258
(بکنگ جاری ہے)

UNIVERSAL ENTERPRISES
174 Loha Market
Landa Bazar Lahore
Dealers of Pakistan Steel Mills & Importers
Deals in all kind of products HR, CR, GP coils & Sheets
Talb-e-Dua: Mian Zahid Iqbal
S/O Mian Mubarik Ali (Late)
universalenterprises1@hotmail.com

اعلیٰ سروس ہماری پہچان

فون دفتر: 0476214955
شیخ زاہد محمود: 0321-7915213

الرفیع بینکویٹ ہال
فل ائیر کنڈیشنڈ۔ تمام سہولیات کے ساتھ۔ فیکٹری ایریا حلقہ سلام ربوہ
ربوہ کا پہلا شادی ہال جس میں مردوں اور خواتین کیلئے علیحدہ ہال
اب بکنگ کی سہولت رحمت بازار میں۔ رحمت بازار 047-6215155

ہے۔ یہ اعزاز حاصل کرنے والے دوسرے سپوت میجر طفیل محمد شہید تھے۔ جو 22 جولائی 1914ء کو مشرقی پنجاب کے شہر ہوشیار پور میں پیدا ہوئے تھے۔

میجر طفیل محمد کو ابتدا ہی سے فوجی کیریئر اپنانے کا شوق تھا چنانچہ 1943ء میں، جب ان کی عمر 29 برس تھی، انہوں نے فوج میں کمیشن حاصل کرلیا۔ 1945ء میں انہیں ٹریننگ کیپٹن بنا دیا گیا۔ جہاں انہوں نے ٹریننگ کے وہ طریقے رائج کئے جو آج بھی انہی کے نام سے موسوم ہیں اور ”طفیل میتھڈز آف ٹریننگ“ کہلاتے ہیں۔ 1947ء میں وہ میجر بنا دیئے گئے اسی برس وہ اوران کا پورا خاندان پاکستان آ گیا۔

جون 1958ء میں میجر طفیل کی تعیناتی ایسٹ پاکستان رائفلز میں ہوئی۔ اگست 1958ء کے اوائل میں انہیں لکشمی پور کے علاقے سے ہندوستانی اسمگلرز کا کاروبار ختم کرنے کا حکم ملا۔

7 اگست 1958ء کی شب، میجر طفیل محمد نے منصوبے کے مطابق دشمن کی چوکی پر حملہ کیا اور دشمن کے عقب میں پہنچ کر فقط 15 گز کے فاصلے سے حملہ آور ہوئے۔ دشمن نے بھی جوابی کارروائی کی اور مشین گن سے فائرنگ شروع کردی۔ میجر طفیل چونکہ اپنی پلاٹون کی پہلی صف میں تھے اس لئے وہ گولیوں کی پہلی ہی بوچھاڑ سے زخمی ہو گئے۔ تاہم وہ زخمی ہونے کے باوجود آگے بڑھتے رہے اور انہوں نے ایک دستی بم پھینک کر دشمن کی مشین گن کو ناکارہ بنادیا۔

اور دشمن نے دوسری مشین گن سے فائرنگ شروع کردی اوراس نے ان کے ایک ساتھی محمد اعظم کو شہید کر دیا۔ میجر طفیل نے ایک اور دستی بم پھینک کر یہ مشین گن بھی خاموش کرا دی۔ جلد ہی دشمن سے دست بدست مقابلہ شروع ہوگیا۔ میجر طفیل زخمی حالت میں بھی اپنے ساتھیوں کی قیادت کرتے رہے اور اس حالت میں انہوں نے دشمن کے کمانڈر کو قیدی بنالیا۔ یہ مقابلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک پاکستان نے دشمن کو پسپا ہوکر بھاگنے پر مجبور نہ کردیا۔ دشمن اپنے پیچھے چار لاشیں اور تین قیدی چھوڑ گیا۔

لیکن اسی رات شدید زخمی ہونے کے باعث میجر طفیل اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ میجر طفیل کے اس غیر متزلزل جذبۂ حب الوطنی، اعلیٰ درجے کے حساس فرض، شجاعت اور بلند ہمتی کے باعث انہیں پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز نشان حیدر عطا کیا گیا۔

گوادر پاکستان میں شامل ہوا

کراچی کے بعد پاکستان کی دوسری بڑی بندرگاہ گوادر ہے۔ یہ بندرگاہ کراچی سے تقریباً 300 میل اور پاک ایران سرحد سے 45 میل کے فاصلے پر صوبہ بلوچستان میں واقع ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر سترہویں صدی کے اوائل میں ریاست مکران میں شامل ہوا اور 1778ء میں خان آف قلات کے زیرنگیں آ گیا۔ 1781ء میں مسقط کے ایک شہزادے سلطان بن ناصر خاں اول نے اپنے باپ سے بغاوت کر کے مکران میں پناہ حاصل کی۔ خان آف قلات نے گوادر کی سالانہ آمدنی، شہزادے کی گزراوقات کے لئے اس کے حوالے کر دی 1792ء میں باپ کی وفات کے بعد یہ شہزادہ مسقط کا سلطان بن گیا تاہم اس نے گوادر پر اپنا قبضہ برقرار رکھا حالانکہ اب وہ گوادر کی آمدنی کا محتاج نہ تھا۔

انگریزوں نے جب قلات پر قبضہ کیا تو یہ صورتحال بدستور قائم رہی اور 1947ء میں قیام پاکستان کے وقت بھی گوادر سلطنت مسقط واومان کا حصہ تھا۔

پاکستان نے اپنے قیام کے فوراً بعد گوادر کی بازیابی کے لئے آواز اٹھائی اور 1949ء میں اس مسئلہ کے حل کے لئے مذاکرات بھی ہوئے جو کسی فیصلے کے بغیر ختم ہوگئے۔ 1956ء میں جب سر فیروز خان نون پاکستان کے وزیرخارجہ بنے تو انہوں نے حکومت برطانیہ کے توسط سے اس سلسلہ میں دوبارہ آواز اٹھائی۔ 1957ء میں جب وہ ملک کے وزیراعظم بنے تو انہوں نے اس سلسلہ میں یہ قانونی نکتہ اٹھایا کہ گوادر کی حیثیت ایک جاگیر کی ہے۔ چونکہ حکومت پاکستان نے وہ تمام جاگیریں منسوخ کر دی ہیں جو حکومت برطانیہ نے بہت سے لوگوں کو اپنی خدمات کے سلسلہ میں یا دوسرے سیاسی اسباب کی بنا پر دی تھی اس لئے گوادر کی جاگیر کی تنسیخ بھی کی جاسکتی ہے۔

برطانوی حکام نے پاکستان کے اس موقف کی تائید کی اوران کی مدد کے باعث معاوضہ کی ادائیگی کے بعد گوادر کا علاقہ 8 ستمبر 1958ء کو پاکستان کا حصہ بن گیا اور یہاں سبز ہلالی پرچم لہرانے لگا۔

یکم جولائی 1970ء کو ون یونٹ کے خاتمے کے بعد گوادر شہر صوبہ بلوچستان میں شامل ہوا اور ضلع مکران کا حصہ بن گیا لیکن اس کی شہر کی تجارتی اور ساحلی اہمیت کے پیش نظر جلد ہی اسے مکمل ضلع کا درجہ دے دیا گیا۔

میجر عزیز بھٹی شہید

1965ء کی سترہ روزہ پاک بھارت جنگ میں پاکستان کے صرف ایک جوان نے نشان حیدر کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ اس جوان کا نام تھا میجر راجہ عزیز بھٹی شہید۔

میجر راجہ عزیز بھٹی شہید 6/ اگست 1923ء کو ہانگ کانگ میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد راجہ عبداللہ بھٹی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد یہ گھرانہ واپس لادیاں گجرات چلا آیا۔ جوان کا آبائی گاؤں تھا۔

راجہ عزیز بھٹی، قیام پاکستان کے بعد 21 جنوری 1948ء کو پاکستان ملٹری اکیڈمی میں شامل ہوئے 1950ء میں پاکستانی ملٹری اکیڈمی کے پہلے ریگولر کورس کی پاسنگ آؤٹ پریڈ میں انہیں شہید ملت لیاقت علی خان نے بہترین کیڈٹ کے اعزاز کے علاوہ شمشیر اعزازی اور نارمن گولڈ میڈل کے اعزاز سے نوازا۔ پھر انہوں نے پنجاب رجمنٹ میں سیکنڈ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی اور 1956ء میں ترقی کرتے کرتے میجر بن گئے۔

6 ستمبر 1965ء کو جب بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو میجر عزیز بھٹی لاہور سیکٹر میں برکی کے علاقے میں ایک کمپنی کی کمان کررہے تھے۔ اس کمپنی کے دو پلاٹون بی آر بی نہر کے دوسرے کنارے پر متعین تھے۔ میجر عزیز بھٹی نے نہر کے اگلے کنارے پر متعین پلاٹون کے ساتھ آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا ان حالات میں جبکہ دشمن تابڑ توڑ حملے کررہا تھا اور اسے توپ خانے اور ٹینکوں کی پوری پوری امداد حاصل تھی میجر عزیز بھٹی اوران کے جوانوں نے آہنی عزم کے ساتھ لڑائی جاری رکھی اور اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہے۔ 9 اور 10 ستمبر کی درمیانی رات کو دشمن نے اس سارے سیکٹر میں بھرپور حملے کے لئے اپنی ایک پوری بٹالین جھونک دی۔

میجر بھٹی کو اس صورت حال میں نہر کے اپنی طرف کے کنارے پر لوٹ آنے کا حکم دیا گیا مگر جب وہ لڑ بھڑ کر راستہ بناتے نہر کے کنارے پہنچے تو دشمن اس مقام پر قبضہ کرچکا تھا تو انہوں نے ایک انتہائی سنگین حملے کی قیادت کرتے ہوئے دشمن کو اس علاقے سے نکال باہر کیا اور پھر اس وقت تک دشمن کی زد میں کھڑے رہے جب تک ان کے تمام جوان اور گاڑیاں نہر سے پار نہ پہنچ گئیں۔

انہوں نے نہر کے اس کنارے پر کمپنی کو نئے سرے سے دفاع کے لئے منظم کیا دشمن اپنے چھوٹے ہتھیاروں ٹینکوں اور توپوں سے بے پناہ آگ برسا رہا تھا مگر یہ نہ صرف اس کے شدید دباؤ کا سامنا کرتے رہے بلکہ اس کے حملے کا تابڑ توڑ جواب بھی دیتے رہے۔ اسی دوران دشمن کے ایک ٹینک کا گولہ ان پر آ لگا جس سے وہ موقع پر ہی جاں بحق ہوگئے۔ اس دن 12 ستمبر 1965ء کی تاریخ تھی۔ ان کے اعلیٰ ترین قیادت اور عدیم المثال جرأت کے صلے میں انہیں نشان حیدر دیا گیا۔

پاکستان اقوام متحدہ کا رکن بنا

دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم کی ضرورت محسوس کی گئی جو دنیا میں امن کے قیام کے لئے مددگار ثابت ہو سکے۔ چنانچہ 26 جون 1945ء کو سان فرانسسکو میں 51 ممالک کے نمائندوں نے اقوام متحدہ کے چارٹر پر دستخط کئے اور یوں 24/ اکتوبر 1945ء کو اقوام متحدہ کا باضابطہ قیام عمل میں آ گیا۔

سان فرانسسکو میں جن 51 ممالک نے اقوام متحدہ کے چارٹر پر دستخط کئے تھے۔ ان میں ہندوستان بھی شامل تھا۔ چنانچہ 1947ء میں پاکستان اور ہندوستان آزاد ہوئے تو ہندوستان کو تو اس بین الاقوامی تنظیم کی رکنیت ورثے میں ملی لیکن پاکستان کے لئے رکنیت کا یہ مرحلہ ابھی باقی تھا چنانچہ قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ میں رکنیت کی درخواست دے دی۔

چونکہ اقوام متحدہ میں ارکان کی شمولیت کا فیصلہ جنرل اسمبلی کرتی ہے جس کا اجلاس ہر سال ستمبر کے تیسرے پیر سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے پاکستان کو اس رکنیت کے حصول کے لئے تقریباً ڈیڑھ ماہ انتظار کرنا پڑا۔

30 ستمبر 1947ء پاکستان کی تاریخ کا وہ یادگار دن ہے جب پاکستان اقوام متحدہ کا رکن بنا۔ یہ اعتبار ترتیب پاکستان اقوام متحدہ کا 56 واں رکن تھا۔ جس دن پاکستان اقوام متحدہ کا رکن بنا اسی دن ایک اور اسلامی ملک بھی اقوام متحدہ میں داخل ہوا۔ یہ عرب جمہوریہ یمن تھا۔

میجر محمد اکرم (نشان حیدر)

میجر محمد اکرم 4/ اپریل 1938ء کو ڈنگہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ 13/ اکتوبر 1963ء کو انہیں پاکستان کی مسلح افواج میں کمیشن دیا گیا اوران کی تعیناتی فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں کی گئی۔ 7 جولائی 1968ء کو انہیں مشرقی پاکستان میں 4 فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں کمپنی کے کمانڈر کے طور پر متعین کیا گیا۔ 1971ء میں جب پاک بھارت جنگ کا آغاز ہوا تو میجر محمد اکرم ضلع ہلی میں فرنٹیئر فورس رجمنٹ کی ایک کمپنی کی قیادت کررہے تھے۔

ہلی کا محاذ دیناج پور کے علاقے میں واقع تھا۔ اس محاذ پر دشمن نے 24 نومبر 1971ء کو حملے کا آغاز کیا تھا اور فضائیہ، توپخانہ اور بکتر بند دستوں کے مسلسل حملوں کی زد میں تھا۔ میجر اکرم نے دشمن کے ہر حملے کا ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسے پاکستانی سرزمین پر ایک انچ بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ دشمن بھرپور حملے کے ارادے سے پورے بریگیڈ کی نفری لے کر، جسے ٹینکوں کے پورے اسکواڈرن کی امداد حاصل تھی میجر اکرم کی کمپنی پر حملہ آور ہوا تا کہ ہمارے دفاع کو توڑتے ہوئے 20th Mountain Division کے لئے راستہ بنا سکے مگر دشمن کی تعداد اور اسلحے میں برتری کے باوجود میجر اکرم اوراس کے بہادر ساتھیوں نے دشمن کو دو ہفتے تک وہیں روکے رکھا اور اس دوران دشمن کو شدید نقصان بھی پہنچایا۔

13 دسمبر کو دشمن کی بکتر بند رجمنٹ پوری قوت سے حملہ آور ہوئی۔ میجر اکرم کی کمپنی اسلحہ اور رسد کی کمی کا شکار تھی۔ اس نازک مرحلے میں میجر اکرم نے اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور آگ کے اس تند و تیز سیلاب کے سامنے بے مثال جرأت اور استقامت سے آخر دم تک لڑتے رہے اوراس یادگار معرکے میں انہوں نے اپنے فرض کی تکمیل کے لئے جس انداز میں جان کا نذرانہ پیش کیا وہ ایک لازوال روایت کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان کی عظیم شہادت کو سراہتے ہوئے حکومت پاکستان نے انہیں ملک کا سب سے بڑا عسکری اعزاز نشان حیدر عطا کیا۔

ریڈیو پاکستان لاہور کا آغاز

آج جو علاقہ پاکستان کہلاتا ہے اس علاقے کی

نور سائیکل ورکس
نئی برانچ نور سائیکل سٹور

مطیع الرحمٰن ناصر: 047-6213999
یادگار چوک ربوہ
عتیق الرحمٰن ناصر: 047-6214175

پروپرائٹر: عبدالنور ناصر
ریلوے روڈ نزد گودام
رحمت بازار منڈی ربوہ

بچہ سائیکل کی تمام ورائٹی دستیاب ہے
بڑی سائیکل ایگل، سہراب چائنہ دستیاب ہے

مياں غلام رسول جیولرز MJ
044-2689055 میرک ضلع اوکاڑہ
جماعت کے مربیان اور واقفین نو کیلئے زیورات بغیر مزدوری اور پالش کے تیار کرکے دیئے جائیں گے

طالب دعا: میاں عبدالسمیع، میاں عمر سمیع، میاں سلمان سمیع
81-A سٹیل شیٹ مارکیٹ لنڈا بازار لاہور
Mob:0321-9469946-0321-8469946
TeL:042-7668500-7635082

دکان نمبر 23 گراؤنڈ فلور حافظ مبارک علی شاہ (تارا چند) شاپنگ سنٹر
پروپرائیٹر: محمد ظفر اللہ اخوند
0333-2788898
بالمقابل نیو کلاتھ مارکیٹ حیدرآباد

IMPORTERS, EXPORTERS & MANUFACTURERS
OF HIGH QUALITY KNITTED GARMENTS

SH. M. NAEEM-UD-DIN
C.E.O.
0321-6966696

SH. BASHIR-UD-DIN AHMED
0321-9660178

P-94, Ashrafabad, Seheikhupura Road,
Near Muslim Commercial Bank, Faisalabad-Pakistan.
Tel: +92-41-8786595, 8786596 Fax: +92-41-8786597
Cell: +92-321-6966696 E-mail: ahmad@widezone.com
Web: www.widezone.com

GALAXY TRAVEL SERVICES

(PVT)Ltd. Govt, Licence No 207
Caters for all your travel needs. Highly trained staff equipped with most modern computer reservation system ready to serve you. do call us.

042-35774835-36-37
Fax:042-35774838

Suit # 20 1st Floor Al-hafeez view
Sir syed Road Gulberg III Lahore
E-mail: galaexy @brain.net.pk,galaxylahore@gmail.com

نشریات کی تاریخ میں 16 دسمبر 1937ء کی تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ اس دن اس علاقے کے پہلے ریڈیو سٹیشن نے جو لاہور میں قائم ہوا اپنی نشریات کا آغاز کیا تھا۔

میڈیم ویو 5 کلوواٹ کے ٹرانسمیٹر سے نشر ہونے والے ان پروگراموں کا دائرہ سماعت صرف 35 میل تک محدود تھا، نشریات تین مجالس پر مشتمل تھیں جو صبح، دوپہر اور رات کو نشر کی جاتی تھیں اور ان میں خبریں، حالات حاضرہ کے پروگرام، ثقافتی اور ادبی پروگرام، تقاریر، فیچر، ڈرامے، غرض ریڈیو کی اکثر مروجہ اصناف شامل تھیں۔

ریڈیو لاہور کی نشریات کا آغاز، کسی باقاعدہ اور تکنیکی طور سے لیس عمارت سے نہیں ہوا۔ YMCA کی عمارت سے چند تجرباتی دنوں کے بعد ریڈیو کا عملہ گورنر ہاؤس پنجاب کے عقب میں واقع ایک کوٹھی میں منتقل ہوگیا۔ وہاں کے کمروں کو عارضی طور پر اور بعد میں مستقلاً سٹوڈیو میں تبدیل کر دیا گیا۔ کچھ کمروں کو دفتر کی شکل دے دی گئی اور یوں نشریات کا آغاز ہوگیا۔ پانچ سٹوڈیو تھے، ریکارڈنگ کا نہ رواج تھا اور نہ سہولت، تمام پروگرام براہ راست نشر ہوتے تھے۔ پبلک سروس براڈکاسٹنگ کے تین اصول تھے یعنی تعلیم، اطلاع اور تفریح کی فراہمی۔ انہی تینوں کو پیش نظر رکھ کر پروگرام ترتیب دیئے جاتے تھے اور انہیں پیش کیا جاتا تھا۔

14/اگست 1947ء کو جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت ریڈیو لاہور اس نئی مملکت کی آواز بن کر فضاؤں میں گونجا۔ پاکستان کے قیام کا مبارک اعلان اسی سٹیشن سے رات کے بارہ بجے کیا گیا۔ مصطفیٰ علی ہمدانی مرحوم نے اردو میں اور ظہور آذر صاحب نے انگریزی میں یہ اعلان کیا اور یہ وہی تاریخی اعلان تھا، جس نے برصغیر کی ملت اسلامیہ کے دلوں کو خوشیوں سے منور کر دیا۔

لاہور کا عجائب گھر

فنون لطیفہ ''آثار قدیمہ'' سکہ سازی اور تاریخ کے بعض اہم نوادر و عجائبات کے ذخیروں کے لحاظ سے لاہور کا عجائب گھر پاکستان کا سب سے قدیم اور عظیم عجائب گھر ہے۔ اس کا آغاز 1864ء میں ایک صنعتی نمائش سے ہوا جو ٹولنٹن مارکیٹ میں 20 جنوری 1864ء سے اپریل کے پہلے ہفتے تک جاری رہی۔

اس نمائش کا مقصد پنجاب کی قدرتی پیداوار، صناعی اور ہنرمندی کے اعلیٰ اور حسین نمونے پیش کر کے لوگوں کو دعوت نظارہ دینا تھا۔ اس نمائش میں بڑی بڑی ریاستوں، رئیسوں، امیروں، سرداروں اور جاگیرداروں سے طرح طرح کی عجیب چیزیں، قسم قسم کے زیورات، قیمتی مرصع مطلاّ ریشمی مخملی اور سوتی ملبوسات، شال، دوشالے، پشمینہ، قالین، پرانے خوشنویسوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں اور مخطوطات اور مشہور مصوروں کی نقاشی کے دلکش نمونے اس عجائب گاہ میں رکھے گئے تھے۔ ہر قسم کے اناج، جڑی بوٹیاں، اوزار، ہتھیار، تلواریں، برچھے، نیزے، خنجر، زرہ بکتر اور دیگر آلات حرب، قسم قسم کے پتھر، پارچہ جات، چرمی مصنوعات، ظروف جواہرات اور مردہ جانور اس نمائش گاہ کی زینت تھے، اس طرح ٹولنٹن مارکیٹ میں لاہور کے عجائب گھر کی داغ بیل ڈالی گئی۔ نمائش کے اختتام پر دستکاریوں کے چیدہ چیدہ نمونے مستقل نمائش کے لئے رکھ لئے گئے۔ جس کی عمارت مارکیٹ کے قریب ہی بعد میں تعمیر ہوئی۔

جنوری 1890ء میں پرنس البرٹ وکٹر جو ملکہ وکٹوریہ کے پوتے اور شہزادہ ویلز کے بیٹے تھے، لاہور تشریف لائے اور ان کا شہر میں ہاتھی پر بٹھا کر جلوس نکالا گیا۔ 3 فروری 1890ء کو انہوں نے موجودہ عجائب گھر کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور اس عمارت کی تعمیر اس چندے سے کی گئی جو ملکہ وکٹوریہ کی گولڈن جوبلی کے سلسلہ میں فراہم کیا گیا تھا۔ عمارت کا نقشہ بھائی رام سنگھ اور لاک ڈو Lockdo نے تیار کیا تھا تکمیل عمارت پر عجائب گھر کی اشیاء اپنی اس عمارت میں منتقل ہوئیں اور اس کے ذخیروں میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر لاہور عجائب گھر کے ذخیرے اور نوادر، ان شعبہ جات پر مشتمل تھے۔

صنعت وحرفت کے نمونے، زمانہ قدیم کے آثار، پرانے سکے، پتھروں اور معدنی اشیاء کے نمونے، اسلحہ، فن مصوری اور نقش نگاری کے نمونے، مسودات محکمہ جنگلات، محکمہ زراعت اور محکمہ اصلاح دیہات سے متعلق اشیاء اور ماڈل نباتاتی نمونے اور مردہ حیوانات کا ذخیرہ اور کتبے وغیرہ۔

لیکن آہستہ آہستہ لاہور کے عجائب گھر کا دائرہ محدود کیا جاتا رہا اور یکے بعد دیگرے کئی شعبے یہاں سے ہٹا دیئے گئے۔ مثلاً مردہ حیوانات شعبہ یہاں سے گورنمنٹ کالج لاہور منتقل ہوا اور وہاں اس کا ایک الگ عجائب خانہ قائم ہوا۔ اب لاہور کا عجائب گھر صرف فنون لطیفہ اور آثار قدیمہ تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود لاہور کا عجائب خانہ پاکستان میں اپنی نوعیت کا سب سے عظیم ادارہ ہے۔ جس کی چہار دیواری کے اندر مختلف قوموں اور زمانوں کی تہذیبوں اور ثقافتوں کے عروج و زوال کی داستانیں ہماری بصارت وبصیرت کو دعوت دیتی ہیں۔

اس عجائب گھر کے تصویر خانے کی زینت ہیں۔ لاہور عجائب گھر کا ایک اختصاص مشہور مصور صادقین کی بنائی ہوئی قرآن مجید کی آیات کی خطاطی پر مبنی شاہکار ہیں۔ علاوہ ازیں صادقین کو اس عجائب گھر کی چھت کی آرائش وزیبائش کا اعزاز بھی حاصل ہوا ہے۔

پاکستان کی پہلی مردم شماری

تمام دنیا کے متمدن ممالک میں ہر دس سال بعد مردم شماری ہوتی ہے۔ مردم شماری کو انگریزی میں Census کہتے ہیں جو دراصل لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ قدیم رومن حکومت عوام کے متعلق ایک ریکارڈ رکھتی تھی۔ جس میں ہر شخص کے خاندان، اولاد، غلام اور ملازمین کے متعلق پوری معلومات درج ہوتی تھیں۔

رومنز سے صدیوں پہلے حضرت موسیٰ کے عہد میں بھی مردم شماری مکمل صورت میں جاری تھی اور بائبل کے عہد عتیق میں حضرت موسیٰ کا جو صحیفہ گنتی نام کا ہے اس میں مردم شماری کی ایک مکمل اور جامع رپورٹ موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت بھی شہنشاہ روم قیصر آگسٹس کے حکم سے ایک مردم شماری ہوئی تھی اور اسی مردم شماری کے فرمان کی تعمیل میں یوسف نجار اور حضرت مریم کوائف درج کرانے کے لئے اپنے اصل وطن بیت اللحم میں مقیم تھے۔

مردم شماری ایک مفید چیز ہے۔ اس سے ایک ملک کے کوائف صحیح طور پر معلوم کر کے ملک کے ترقیاتی منصوبے بنانے میں بہت زیادہ مدد ملتی ہے اور انتخابی حلقوں کے تعین، رائے دہندگان کی فہرست اور ٹیکس عائد کرتے وقت کئی ایک امور کی انجام دہی میں غلطی کا احتمال نہیں رہتا۔

پاکستان کی پہلی مردم شماری قیام پاکستان کے ساڑھے تین برس بعد 1951ء میں کی گئی۔ یہ مردم شماری 9 فروری 1951ء کو شروع ہوئی تھی اور پہلے دن کراچی میں پاکستان کے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین اور ان کے کنبے کے ارکان کے نام درج کئے گئے تھے، یہ مردم شماری 28 فروری 1951ء کو پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس مردم شماری کے مطابق پاکستان کی کل آبادی 7 کروڑ 85 لاکھ 79 ہزار تھی۔ اور وہ علاقے جو اب پاکستان میں شامل ہیں ان کی آبادی 3 کروڑ 38 لاکھ تھی پاکستان کی دوسری مردم شماری 1961ء میں، تیسری مردم شماری 1972ء میں اور چوتھی مردم شماری 1981ء میں ہوئی تھی۔

پاکستان کا آئین 1973ء

قیام پاکستان کے وقت پاکستان کے لئے عبوری طرز پر جو آئینی نظام اپنایا گیا تھا وہ انگریزوں کے نافذ کردہ، 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سے ماخوذ تھا۔ ایسی صورتحال میں ملک کو آئین کی شدید ضرورت تھی۔ جس کے لئے آئین ساز اسمبلی کا اجلاس قیام پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا۔ یہ اسمبلی برطانوی ہند کی مرکزی اسمبلی میں پاکستان میں شامل ہونے والے علاقے کے منتخب اراکین پر مشتمل تھی۔ لیکن پہلے اجلاس کے بعد بدقسمتی سے آئین سازی کے سلسلہ میں کوئی پیش رفت نہ کرسکی۔

اسی دوران قائداعظم کی وفات کے بعد بھی آئین سازی کا کام رکا رہا۔ پھر مارچ 1949ء میں لیاقت علی خاں کی تحریک پر مجلس قانون ساز نے قرارداد مقاصد منظور کی۔ اس قرارداد میں وہ چند بنیادی اصول طے کر دیئے گئے تھے۔ جنہیں بنیاد بنا کر پاکستان کا آئین مرتب کیا جانا تھا۔

مگر اکتوبر 1951ء میں نوابزادہ لیاقت علی خاں کی شہادت سے یہ کام مزید التواء کا شکار ہو گیا۔ 1955ء تک پاکستان مختلف آئینی بحرانوں سے گزرتا رہا 1955ء میں ایک نئی اسمبلی وجود میں آئی جس نے فروری 1956ء میں پاکستان کے آئین کی منظوری دی۔ یہ آئین 23 مارچ 1956ء کو نافذ کیا گیا اس آئین میں ملک کے لئے پارلیمانی نظام اختیار کیا گیا تھا اور ملک کا آئینی سربراہ صدر کو بنایا گیا تھا۔

مگر اس آئین میں بھی کئی سقم تھے۔ اول تو یہ کہ یہ آئین ایک غیر منتخب اسمبلی نے تیار کیا تھا۔ دوسرے اس پر عوامی لیگ نے دستخط نہیں کئے تھے۔ چنانچہ اس آئین کے تحت ایک منتخب اسمبلی وجود میں لانے کے لئے انتخابات ناگزیر ہو چکے تھے۔ مگر طالع آزما سیاستدانوں اور سرمایہ داروں کے سیاسی ہتھکنڈوں کی وجہ سے یہ آئین غیر مؤثر ہو کر رہ گیا اور ملک پر مارشل لاء نافذ ہوگیا۔

اس کے بعد صدر پاکستان جنرل ایوب خان نے 1962ء میں ایک نیا آئین نافذ کیا جس میں فرد واحد کی حیثیت کو آمر مطلق کی صورت میں تحفظ دیا گیا تھا۔ یہ آئین 1969ء تک چلا۔ 1969ء میں صدر یحییٰ خان ملک کے نئے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر بنے اور انہوں نے دسمبر 1970ء میں ملک میں عام انتخابات کروائے۔

بدقسمتی سے مشرقی پاکستان کے حالات دن بدن خراب ہوتے چلے گئے۔ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کے صدر بنے۔ جن کی حکومت نے وجود میں آتے ہی آئین سازی کا کام شروع کر دیا اور 21/اپریل 1972ء میں ملک میں ایک عبوری آئین نافذ کر دیا گیا۔

اس کے بعد صدر پاکستان نے ملک کے لئے ایک مستقل آئین تیار کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس میں حزب اختلاف کی جماعتوں کے نمائندے بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی نے شب و روز کام کر کے مملکت پاکستان کے لئے ایک وفاقی پارلیمانی آئین تیار کر لیا۔ جسے تمام ارکان اسمبلی نے 10/اپریل 1973ء کو منظور کر لیا۔ پاکستان کے اس وقت کے صدر ذوالفقار علی بھٹو نے اس آئین پر 12/اپریل کو دستخط کئے۔ اور 14/اگست 1973ء کو یہ آئین نافذ کر دیا گیا۔

Rehman Rubber Rollers & Engineering Works
Manufacturers:
Paper, Chip Board and Tanneries Rolls
Marketing Managing Director:
Mujeeb-ur-Rehman
0345-4039635
Naveed ur Rehman
0300-4295130
Band Road Lahore.

احمدی بھائیوں کے لئے خاص رعایت
FAJAR RENT- A CAR
121-MF زینب ٹاور لنک روڈ ماڈل ٹاؤن لاہور
M.ABID BAIG
Contact No:0333-4301898

Talib-e-Dua, Mian Mubarik Al
Tel:37630055-37650490-91 Fax:3763008
Email : mianamjadiqbal@hotmail.com

جنرل عبدالعلی ملک

ہلال جرأت

ستمبر 1965ء کی جنگ کا دوسرا بڑا محاذ سیالکوٹ تھا۔ اس محاذ پر ہندوستانی ٹینکوں نے اپنے پورے زور کے ساتھ یلغار کی۔ اس یلغار کو ایک معمولی سی تعداد کے ساتھ پاکستان کی مسلح افواج نے یوں روکا کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ چونڈہ کے میدان میں بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی دوسری بڑی جنگ میں، پاکستانی فوج کی قیادت کی۔ ڈویژنل کمانڈر کا خیال تھا کہ حملہ بہت بڑا ہے۔ فوج کی قلیل تعداد اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ لیکن بہادر جرأت مند بریگیڈیئر نے اپنے عزم کا یوں اظہار کیا:۔

اگر میں نے ایسا کیا تو سیالکوٹ کے انتہائی اہم ترین ضلع پر دشمن کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس لئے مجھے اجازت دی جائے کہ میں دشمن کی اس یلغار سے چونڈہ میں نمٹنے کی کوشش کروں۔

اجازت ملنے کے بعد، وطن کے اس مایہ ناز سپوت کی قیادت میں، پاکستانی مجاہدوں نے دشمن پر جرأت اور بہادری کے ساتھ پے در پے حملے کئے۔ ان حملوں کی تاب نہ لا کر دشمن افواج اور فخر ہند ٹینک رجمنٹ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ اس رجمنٹ کے ٹینک جن کا نام ہی ''کالا ہاتھی BLACK ELEPHANT'' رکھا گیا تھا۔ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے اور میدان افواج پاکستان کے ہاتھ رہا۔

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کے اس کارنامے کو نہ صرف پاکستان بھر میں بلکہ دنیا بھر میں خراج تحسین پیش کیا گیا اور چونڈہ کے معرکے کو، دوسری جنگ عظیم کے بعد، ''ٹینکوں کی دوسری بڑی جنگ'' قرار دیا گیا۔ عالمی پریس نے بطور خاص اس معرکے کا بار بار ذکر کیا۔ بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو ان کی جرأت، شجاعت اور جذبۂ حریت کے اعتراف میں افواج پاکستان کا دوسرا اعلیٰ ترین اعزاز ''ہلال جرأت'' دیا گیا۔

جناب نسیم کاشمیری مولف ''حق کے پرستار'' رقم طراز ہیں:۔

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو 7 اور 8 ستمبر کی رات کو دشمن کے خلاف جوابی حملہ کرنے کا حکم ملا۔ وہ اپنی مختصر فوج کے ساتھ دشمن پر اس طرح جھپٹے کہ دشمن کی پیش قدمی کو روک کر شدید نقصان پہنچایا۔ اس کے ٹینکوں اور پیدل فوج کو تہس نہس کر دیا۔ دشمن تازہ کمک کے ساتھ تین دن تک آگے بڑھنے کے لئے زور لگاتا رہا۔ لیکن ہر بار اسے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے اس معرکے میں جس دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے اس پر انہیں ہلال جرأت کا اعزاز ملا۔ (صفحہ 340)

دسمبر 1972ء کو جب پاکستان پر دوبارہ حملہ ہوا تو اس وقت آپ کو شکر گڑھ کے محاذ پر وطن کی حفاظت کے لئے لڑنے کا موقع ملا۔ چنانچہ آپ نے وہاں ڈویژنل کمانڈنگ آفیسر کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔

وطن کی مٹی سے پیار مجھ کو

یہ پاک دھرتی حسین ہے اتنی
کروں جو تن من نثار اس پہ
ملے ہے چین و قرار مجھ کو
وطن کی مٹی سے پیار مجھ کو

ہے میری سانسوں میں اس کی خوشبو
یہ کھیت، دریا، پہاڑ، جنگل
خزاں بھی اس کی بہار مجھ کو
وطن کی مٹی سے پیار مجھ کو

ہوئے جو لاکھوں ستم ہیں مجھ پر
وہ سب گوارا وطن کی خاطر
میں گل نچھاور کروں گا اُن پر
ندیمؔ! دیں گے جو خار مجھ کو
وطن کی مٹی سے پیار مجھ کو

انور ندیمؔ علوی

طالب دعا ▪ میاں مبارک احمد 0331-7467452
▪ میاں نوید احمد 0333-6961355:
044-2511355-2521355

جوڑائی اینڈ گولی میکرز
ایم وحید جیولرز
صرافہ بازار ڈی بلاک اوکاڑہ
044-2514648
0300-7533438
0345-7506946
طالب دعا: میاں عبدالوحید

لہنگا، ساڑھی اور برائیڈل سوٹنگ کا بہترین مرکز
ورلڈ فیبرکس
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ نزد یوٹیلیٹی سٹور ربوہ

پیٹ کی ریح گیس اور قبض کیلئے
ریح شکن
قبض کشا ء گولیاں
سیمپل نمونہ فری
حکیم منور احمد عزیز: 03346201283,03336706687
طاہر دواخانہ رجسٹرڈ بلال مارکیٹ ربوہ

احمد ٹریولز انٹرنیشنل
گورنمنٹ لائسنس نمبر 2805
یادگار روڈ ربوہ
اندرون و بیرون ہوائی ٹکٹوں کی فراہمی کیلئے رجوع فرمائیں
Tel:6211550 Fax 047-6212980
Mob:0333-6700663
E-mail:ahmadtravel@hotmail.com

جھنگ روڈ۔سدھار۔فیصل آباد
طالب دعا: رانا سعد منصور
041-2415168

تمام ذہنی/جسمانی پیچیدہ امراض
الحمید ہومیو کلینک اینڈ سٹورز
ڈاکٹر عبدالحمید صابر (ایم۔اے) ہومیو فزیشن
عمر مارکیٹ نزد اقصیٰ چوک ربوہ
فون: 0344-7801578

ابٹن نور رحمٰن کون مہندی
طالب دعا:
رحمٰن کاسمیٹکس سٹور
خلیل الرحمٰن بابر مارکیٹ۔مین بازار۔سیالکوٹ
0092-52-4586914 – 0300-6157374

انگریزی ادویات و ٹیکہ جات کا مرکز بہتر تشخیص مناسب علاج
کریم میڈیکل ہال
گول امین پور بازار فیصل آباد فون 2647434

اعلیٰ کوالٹی ہمارا معیار | لذیز مٹھائیوں کا مرکز
صبح کا ناشتہ حلوہ پوری بھی دستیاب ہے
گاجر حلوہ سپیشل
شادی بیاہ اور تقریبات کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں
محمود سویٹ شاپ
اقصیٰ روڈ ربوہ
طالب دعا: ریاض احمد۔اعجاز احمد
فون شوروم: 047-6215523-0333-6704524

KOHISTAN STEEL
DEALERS OF PAKISTAN STEEL MILLS CORPORATION LTD AND IMPORTERS
219 Loha Market Landa Bazar Lahore
Tel:+92-42-7630066,7379300
Mob:0300-8472141
Talib-e-Dua:Mian Mubarik Ali

Woodsy... Furniture® Chiniot
فرنیچر جو آپ کے مکان کو گھر بنادے
Malik Center.Faisal Abad Road.
Tehseel Choak Chiniot. 92-47-6334620
Mobile:0300-7705233-300-7719510

عمر اسٹیٹ اینڈ بلڈرز
لاہور میں جائیداد کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ
278-H2 مین بلیوارڈ جوہر ٹاؤن لاہور
04235301547-48
چیف ایگزیکٹو چوہدری اکبر علی
03009488447:
E-mail:umerestate@hotmail.com

فون دکان: 047-6215747 فون رہائش: 047-6211649

ڈیلر: سی آر سی شیٹ اور کوائل
الرحیم سٹیل
139۔لوہا مارکیٹ
لنڈا بازار۔لاہور
فون آفس: 042-7653853-7669818 فیکس: 042-7663786
Email:alraheemsteel@hotmail.com

طالب دعا: چوہدری محمود احمد 048-3713984

دلہن جیولرز
04236684032
03009491442
طالب دعا
قدیر احمد، حفیظ احمد
Gold Place Plaza, Shop # 1, Defense Chowk, Main Boulevard Defense Society Lahore Cantt

طالب دعا: چوہدری محبوب الٰہی 0333-6544465:

چپ بورڈ، پلائی ووڈ، وینر بورڈ، لیمینیشن بورڈ، فلش ڈور، مولڈنگ، کیلئے تشریف لائیں۔
فیصل پلائی ووڈ اینڈ ہارڈ ویئر سٹور
145 فیروز پور روڈ جامعہ اشرفیہ لاہور
فون: 042-37563101 طالب دعا: فیصل خلیل خاں
موبائل: 0300-4201198 قیصر خلیل خاں

ٹیڑھے دانتوں کا علاج فکسڈ بریسز سے کیا جاتا ہے
احمد ڈینٹل سرجری
فیصل آباد
ناغہ بروز اتوار
صبح 9 بجے تا 1 بجے گورونانک پورہ 041-2614838:
شام 5 بجے تا 9 بجے ستیانہ روڈ 041-8549093:
ڈاکٹر وسیم احمد ثاقب ڈینٹل سرجن
بی ڈی ایس۔بی ڈی ایس (پنجاب) 0300-9666540

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
ہوزری، جنرل، دالیں، چاول اور مصالحہ جات کا مرکز
النور ڈیپارٹمنٹل سٹور
اقصیٰ روڈ ربوہ
پروپرائٹر: رانا احسان اللہ خاں
047-6215227, 0332-7057097

ہر قسم کے ماربل سلیب۔کچن کاؤنٹر ٹائل، کیمیکل پالش کیلئے
MARBLES
سٹار ماربل انڈسٹریز
پلاٹ 42-40 سٹریٹ 10 سیکٹر آئی نائن انڈسٹریل ایریا اسلام آباد
فون آفس: 051-4431121-4432047 طالب دعا شیخ جمیل احمد اینڈ سنز

TURBO
Store-Rite
TURBO
Masaladan
Keeps Spices & Masalas 'Fresh n Crispy'
Wall Fixing Frame
9
TURBO
Premium Plastic Ware

GOOD
MORNING
Shezan